ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۸ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ
۱۹ مئی ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ مُكَاتَبًا جَاءَهُ فَقَالَ: اِنِّيْ عَجَزْتُ عَنْ كِتَابَتِيْ فَاَعِنِّيْ قَالَ: اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ عَلَّمَنِيْهِنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ عَلَيْكَ مِثْلُ جَبَلٍ دَيْنًا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْكَ؟ قُلْ: "اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مکاتب ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں اپنا زرکتابت ادا کرنے سے عاجز ہوگیا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیا میں تجھ کو وہ کلمات سکھلادوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوگا۔ تو اللہ تعالےٰ اس کو ادا کردیگا یہ پڑھا کر۔ (ترجمہ) اے اللہ کفایت کر میرے لئے اپنے حلال کو حرام سے اور اپنے فضل سے مجھ کو اپنے علاوہ اوروں سے مستغنی بنا دے (ترمذی نے اس کو ذکر کیا) اور کہا حدیث حسن ہے)

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَ اَبَاهُ حُصَيْنًا كَلِمَتَيْنِ يَدْعُوْ بِهِمَا: "اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِيْ رُشْدِيْ، وَاَعِذْنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے والد حضرت حصینؓ کو دو کلمات سکھائے تھے۔ جن کے ساتھ وہ دعا کیا کرتے تھے (اور وہ یہ ہیں) یعنی اے اللہ میرے دل میں میری ہدایت ڈال دے۔ اور میرے نفس کی برائی سے مجھ کو محفوظ رکھ۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ" فَمَكَثْتُ اَيَّامًا ثُمَّ جِئْتُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَسْاَلُهُ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِيْ: يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

ترجمہ۔ حضرت ابوالفضل عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ مجھ کو کوئی چیز سکھلا دیجئے۔ کہ اس کو میں اللہ رب العزت سے مانگوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے عافیت مانگو، بیان کرتے ہیں۔ کہ میں کچھ روز ٹھہرا رہا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو کوئی چیز بتلا دیجئے جو میں اللہ تعالیٰ سے مانگوں، بیان کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے عباسؓ اے رسول خدا کے عم محترم! اللہ تعالےٰ سے دنیا اور آخرت میں عافیت مانگو ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وَعَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ۔ قَالَ. قُلْتُ لِاُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا كَانَ اَكْثَرُ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ عِنْدَكِ؟ قَالَتْ: كَانَ اَكْثَرُ دُعَائِهِ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ" رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔

ترجمہ۔ حضرت شہر بن حوشبؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ کہ اے ام المومنین جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس ہوتے۔ تو آپ کی زیادہ دعا کیا ہوا کرتی تھی۔ حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا کہ آپ کی اکثر دعا یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک (یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ) ہوا کرتی تھی امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَانَ مِنْ دُعَاءِ دَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنِيْ حُبَّكَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ، وَاَهْلِيْ، وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ: حَدِيْثٌ حَسَنٌ

حضرت ابو الدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی۔ (ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں۔ اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرے اور اس عمل کا سوال کرتا ہوں۔ جو کہ تیری محبت تک مجھے پہنچا دے۔ اے اللہ تو اپنی محبت کو میری جان اور میرے گھر والے۔ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مجھ کو عزیز کر دے ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کیا۔ اور کہا حدیث حسن ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلِظُّوْا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ مِنْ رِوَايَةِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَامِرٍ الصَّحَابِيِّ قَالَ الْحَاكِمُ حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ۔

ترجمہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یاذوالجلال والاکرام بکثرت پڑھا کرو۔ ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے اس حدیث کو حضرت ربیعہ بن عامر الصحابی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا۔ کہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظرؔ
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ لاہور

خدام الدین

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۸ رصفر المظفر ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۹ رمئی ۱۹۶۷ء | شمارہ ۲

ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

از مولانا احتشام الحق تھانوی

پاکستان کے مؤقر روزنامہ جنگ کراچی کی اشاعت ۲۱ مئی ۶۷ء میں تجدد پسند اور مُلا کے عنوان سے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا گیا ہے۔ جس کا اصل محرک صدر ایوب کا وہ خیال ہے جو وزراء اور رسول حکام کے ایک اجتماع میں تین چار روز پہلے ظاہر کیا گیا تھا اور مقالہ کی بنیاد خواجہ شہاب الدین وزیر اطلاعات کی اس گوہر افشانی کو قرار دیا گیا ہے جو یوم اقبال کی تقریب پر کلام اقبال سے ثابت شدہ ملائیت کے بارے میں فرمائی گئی ہے۔ اس طرح اگر فاضل نامہ نگار کی ذہنی افتاد کو بھی شامل کر لیا جاتے تو اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ مقالہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے سہ آتشہ ہے۔

ایک مؤقر روزنامے کے صحیح الفکر مقالہ نگار اور صاحب قلم سے توقع تو یہ ہونی چاہیئے تھی کہ وہ ان بزرگوں کو یہ مشورہ دیتے کہ جمہوری ملک کے جمہوری مسائل میں اگر جمہوریت اور رائے عامہ کو مجال دم زدن نہیں ہے تو پھر وحی الٰہی کے خالص علمی و فنی مسائل میں رائے عامہ رجحان جمہور کو دخیل قرار دینے کی تبلیغ کچھ زیادہ زیب نہیں دیتی اور ذہنی انقلاب کے شاعر اور حکیم علامہ اقبال کے ہزاروں مصلحانہ و مربیانہ اشعار میں سے صرف علماء اور "سو" اور ملائیت سے متعلق اشعار کا انتخاب ذہن اقبال کی نہیں بلکہ انتخاب کرنے والے کی پراگندگی ذہن کی غمازی کرتا ہے۔ ورنہ اقبال نے تو وزیروں اور سیاسی بازیگروں کو بھی نہیں بخشا۔ ملاحظہ ہو ؎

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی
ہوس کی امیری ہوس کی وزیری

جمہور کے ابلیس ہیں ارباب سیاست
باقی نہیں اب میری ضرورت تہِ افلاک

نام نہاد تہذیب جدید کے دلدادہ عریانی و بے حیائی کے دیوانوں اور مغرب کے نقالوں کے متعلق جو کچھ علامہ اقبال نے کہا ہے کیا وہ پاکستان میں کلام اقبال کا ضبط شدہ حصہ ہے جو یوم اقبال کی تقریب میں کسی اقبالی کی طرف سے پیش نہیں کیا گیا۔

عورتوں کے پردے سے متعلق اور سودی نظام سرمایہ داری سے متعلق علامہ اقبال کا کلام کیوں نظر انداز کر دیا گیا۔ رقص و سرود اور گانے بجانے کے بارے میں علامہ کے خیالات کیوں آؤٹ آف ڈیٹ قرار دے دئے گئے۔ پھر مقالہ نگار کی نظر میں اگر پرستاران عقل و ہوس تجدد پسند ہیں اور وحی خداوندی پر جمنے والے لکیر کے فقیر اور ملا ہیں تو یہ بھی فرما دیا ہوتا۔ کہ خود اقبال بھی تجدد پسند ہے یا ملا۔ کیونکہ عقل و وحی میں وحی کی برتری اور عقل کی درماندگی کا اظہار خود علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کیا ہے ؎

عقل خود بیں غافل از بہبودِ غیر
سود خود بیند نہ بیند سودِ غیر
وحی حق بینندۂ سودِ ہمہ
در نگاہش سود و بہبودِ ہمہ

فاضل مقالہ نگار نے معلوم نہیں کون سی سینہ بہ سینہ معلومات کی بنا پر تجدد پسندی کا معیار بے لگام آزادیٔ فکر اور آزادیٔ عقل قرار دیا ہے۔ حالانکہ علامہ اقبال نے اسی کو ابلیس کی ایجاد کہا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا
ہر فکر نہیں طائرِ فردوس کا صیاد
اس قوم میں ہے شوخیٔ اندیشہ خطرناک
جس قوم کے افراد ہوں ہر بند سے آزاد
گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

مجدد سرہندی، عارف رومی، رازی و غزالی جنہوں نے ہوا پرستوں اور جابر بادشاہوں کی خواہشات کو جوتے کی نوک سے ٹھکرا کر دین پر استقامت کا ثبوت دیا کیا وہ بھی مقالہ نگار کی نظر میں مُلا ہیں؟ علامہ اقبال نے ان کو اپنے مربی اور شیخ کا درجہ دیا ہے۔

فاضل مقالہ نگار نے علماء اور ان کے اسلام پر ترس کھاتے ہوئے یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ علماء عقل و فکر کی شعبدہ بازیوں کے سامنے سر جھکا دیں اور تعبیر دین کا مسئلہ جمہور ملت اور رائے عامہ کے حوالے کر دیں تاکہ دین جدید تقاضوں کے سانچوں میں ڈھلتا رہے۔ اگر مقالہ نگار کی نصیحت کے مطابق ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ اس مشورہ میں کوتاہی پرواز کو دخل نہیں ہے بلکہ محض مشفقانہ ہے۔ تو غور طلب بات یہ ہے کہ کیا پاکستان میں اسلام کے مختلف فرقے اور طبقے اپنے اپنے مسلک اور مراسم عبادت کی تعبیر اور تشریح کا حق جمہور ملت اور عوام الناس کو دینے کے لئے تیار ہیں اور اگر کوئی فرقہ اس بازاری اور سوقیانہ اصول کو اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو "ملا" اور "ملاازم" کی گالیاں دے دے کر اس قسم کا پرچار کرنے سے کیا حاصل اور نتیجہ ہے۔

پھر زمانہ اور وقت کا وہ کونسا تقاضا ہے کہ جس پر غور و فکر کرنے کی پابندی قرآن و سنت نے عائد کی ہو، کیا جدید رہائشی ایجادات سے فائدہ اٹھانے کو اسلام نے روکا ہے۔ یا حمل و نقل، مواصلات اور جدید حالات حرب بنانے پر اسلام نے کوئی پابندی لگائی ہے پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ نئے اور جدید تقاضے کیا ہیں جن کی خاطر مذہب میں اکھاڑ پچھاڑ کی جا رہی ہے سوائے اس کے کہ شراب و کباب و رانئی شو، رقص و سرود اور اسی قسم کی جنسی بے راہ روی کو حلال و جائز کرنا مقصود ہو عقل و فکر سے کام لینے کو نہ علماء نے کبھی منع کیا ہے اور نہ یہ دین کا کوئی تقاضا ہے۔

البتہ ہر علم اور ہر فن میں صرف انہی لوگوں کی رائے کا تجربہ اور مہارت معتبر سمجھی جاتی ہے جنہوں نے اس علم اور فن کو حاصل کیا ہو۔ ملک کی صنعت و حرفت کے بارے میں وزارتِ قانون کے عملہ سے کبھی مشورہ نہیں لیا جاتا۔ مالی اور اقتصادی امور میں وزارتِ داخلہ کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

فوجی معاملات میں فیصلہ کا دار و مدار جمہور اور عوام کی رائے پر نہیں ہے۔ اگر عقل و فکر کی اس حد بندی کو تنگ نظری سے تعبیر

(باقی ص ۱۸ پر)

دوزخیوں کی علامات

قرآن کی روشنی میں

(خاموش مبلغ)

○ اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسروں کو شریک بنانا شرک ہے اور اس کی سزا دوزخ ہے۔
(آل عمران ع ۱۶ پ ۴)

○ قصاص یا رجم میں قتل کرنے کا حق مسلمان حاکم کو ہے اگر کوئی دوسرا ایسے افعال کرے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔
(نساء ع ۱۳ پ ۵)

○ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کرنا بلکہ یہ کہنا کہ یہ حکم ہی غلط ہے اس کی سزا دوزخ ہے۔
(مائدہ ع ۱۱ - پ ۷)

○ دل میں اسلام کا مخالف، بظاہر اسلام کا موافق ہونا نفاق ہے۔ اور اس کی سزا دوزخ ہے۔
(نساء ع ۲۱ پ ۵)

○ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی سزا دوزخ ہے۔ (توبہ ع ۵ پ ۱۰)

○ قیامت کا انکار کرنے والا اور دنیا کی زندگی پر مطمئن ہونے والا دوزخی ہے۔ (یونس ع ۱ پ ۱۱)

○ عبادت یا بین دین کے معاملات یا رسم و رواج میں قانونِ اسلام کا مخالف شیطان کا تابعدار دوزخی ہے۔ (حجر ع ۳ پ ۱۴)

○ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت (مثلاً نماز پڑھنا، سجدہ کرنا، اس کے نام کی خیرات کرنا) کرنے والا دوزخی ہے۔
(بنی اسرائیل ع ۴ پ ۱۵)

○ جو شخص اپنی جائداد شریعت کے مطابق تقسیم نہ کرے اس کی سزا دوزخ ہے۔ (نساء ع ۲ پ ۴)

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ کے خلاف کرنے کی سزا دوزخ ہے۔ (نساء ع ۷ پ ۵)

○ بندگی کا عہد کر کے توڑنے والے، قطع رحم کرنے والے، زمین میں فساد کرنے والے دوزخی ہیں۔
(رعد ع ۳ پ ۱۳)

○ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں اور اس کے حکموں پر ٹھٹھا کرنے والے دوزخ میں جائیں گے۔
(کہف ع ۱۲ پ ۱۶)

○ حکمِ الٰہی کو سمجھ کر تعمیل سے جی چرانا تولی کہلاتا ہے ایسے آدمی کے لیئے دوزخ ہے (فتح ع ۲ پ ۲۶)

○ جس شخص نے دنیا کی زندگی کو محبوب بنایا اور خدا تعالیٰ سے سرکش ہوا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ (نازعات ع ۲ پ ۳۰)

احادیثِ نبوی کی روشنی میں

○ اگرچہ ہمیشہ کے لئے نہیں البتہ چغلخور کی سزا دوزخ ہے (مسلم)

○ جو آدمی دو رخا ہوگا قیامت کے دن اس کی زبان آگ کی ہوگی (دارمی) قطع رحم کرنے والا بہشت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری و مسلم)

○ قطع رحم کرنے والا اور احسان جتلانے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا بہشت میں نہیں جائے گا۔ (نسائی و دارمی)

○ جس شخص کے ہمسائے اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہیں رہتے وہ بہشت میں نہیں جائے گا۔ (مسلم)

○ جس شخص نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیا اور پھر مرگیا وہ دوزخ میں جائے گا۔ (احمد، ابوداؤد)

اسلامی کیلنڈر ۱۳۸۷ھ

ہمہ تن: محمد رمضان نمبر ۱۲ شہاب الدین مارکیٹ صدر کراچی ۳

					صفر المظفر / رجب المرجب	ربیع الاول / ذی الحجہ	شعبان المعظم	ربیع الثانی / رمضان المبارک	جمادی الاول	محرم الحرام / شوال المکرم	جمادی الثانی / ذی قعدہ
۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات
۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
۳	۱۰	۱۷	۲۴		اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ
۴	۱۱	۱۸	۲۵		پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار
۵	۱۲	۱۹	۲۶		منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر
۶	۱۳	۲۰	۲۷		بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل
۷	۱۴	۲۱	۲۸		جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ

دن معلوم کرنے کا طریقہ: جس ماہ کی جس تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو۔ اس تاریخ کو بائیں طرف اور ماہ کے نیچے آپ کا مطلوبہ دن ہے۔ مثلاً ۲۵ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ کو کون سا دن ہوگا؟ ۲۵ کے ہندسہ کے بائیں جانب اور صفر المظفر کے نیچے دیکھا تو پیر ہے۔ اسلئے ۲۵ صفر المظفر کو پیر کا دن ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یکم صفر المظفر ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۶۷ء

خدا خوفی

ہے تمام نیکیوں کی جڑ اور تمام معاشرتی برائیوں کو نیست و نابود کرنے کا ذریعہ ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : اما بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (پ ۲۸ س حشر آیت ۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

حاشیہ شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ

اے مسلمانو! خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ اور اپنے نتائج اعمال کا خیال رکھا کرو۔

آیت مذکورہ بالا میں مسلمانوں سے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تم دنیا کے دھندوں ہی میں نہ پھنسے رہنا کہ دولت کمانے، بڑھانے اور خرچ کرنے میں لگے رہو۔ اور خدا کو یاد ہی نہ کرو۔

دیکھو! ایمان لانے کے بعد تقویٰ کا حصول ضروری اور لازمی چیز ہے اور اس بات کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ کہ مرنے کے بعد آخرت کے لئے کیا جمع کیا ہے جو کام آئے۔ وہاں دنیاوی اور مادی اشیاء کام نہ آئیں گی۔ کام آئے گا تقویٰ اور نیک اعمال۔ سو ڈرو اور نیک کام کرو اور اس بات کو ذہن میں رکھو کہ خدا تمہارے نیک و بد تمام اعمال سے واقف ہے۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رح

نے اس کے حاشیے میں تحریر فرمایا ہے کہ تمہارا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں لہٰذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔

بزرگان محترم! تقویٰ کسی مادی یا محسوس چیز کا نام نہیں ہے یہ ایسی چیز بھی نہیں جسے کسی آلے کے ساتھ ماپا جائے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ایسی چیز ہے جو گھٹتی بھی رہتی ہے اور بڑھتی بھی رہتی ہے اور اس کا اندازہ اعضاءِ انسانی کی حرکات سے کیا جا سکتا ہے۔

تقویٰ اگر آنکھوں میں آئے گا تو آنکھوں میں حیاء اور خلافِ شرع امور دیکھنے سے اجتناب کی خُو بُو بھی پیدا ہو جائے گی۔ تقویٰ کانوں میں آئے گا تو کان صرف امرِ حق کو سنیں گے، ہاتھوں اور پاؤں میں آئے گا تو یہ صرف اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق حرکت کریں گے اور اس کی نافرمانی سے بچیں گے، زبان میں آئے گا تو یہ صرف حق گوئی، تلاوتِ کلامِ الٰہی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے کھلے گی اور درود شریف اور ذکر الٰہی کے وِرد میں مشغول رہے گی، دل میں تقوےٰ آئے گا تو یہ خشیت الٰہی اور فکرِ آخرت سے معمور ہو جائیگا اور تمام اعضا اس کی اتباع کرتے ہوئے احکام شریعت کی بجا آوری میں مصروف رہیں گے۔ بغرض تقویٰ جس جس عضوِ انسانی میں آتا ہے اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا اور انسان کو خدا و رسول کی رضا، اور احکامِ شریعت کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور کرتا چلا جاتا ہے

اللہ تعالےٰ ہم سب کو تقویٰ شعار اور پرہیزگار بنائے (آمین)

محترم حضرات! قرآن و حدیث میں مسلمانوں کو تقویٰ شعار اور پرہیزگار بننے کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مسلمان کی حالت ایسی ہو جائے کہ وہ ہر دم اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی یاد میں مستغرق رہے، اپنے کاروبار میل جول اور اخلاق و اطوار میں احکام شریعت کا پورا پابند ہو جائے اور زندگی کی ہر روش پر اللہ تعالےٰ کی نافرمانی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی سے اپنا دامن بچائے رکھے مختصر یہ کہ مسلمان اس زمین پر چلتا پھرتا اللہ کے دین کا سپاہی اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجسمہ نظر آئے۔

تقوےٰ

احتیاط اور نگہداشت کو کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی تشریح کے مطابق تقوےٰ نام ہے اسلام کے دشوار گذار راستوں پر اس احتیاط و اہتمام کے ساتھ گذرنے کا کہ زندگی کا لباس اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے کانٹوں سے قطعی طور پر الجھنے نہ پائے۔ اس اعتبار سے تقوےٰ شعار اور متقی کے معنے پرہیزگاری کے ساتھ زندگی بسر کرنے والے، ہر کام کو سوچ سمجھ کر احتیاط سے کرنے والے اور دنیا کے جنگل میں ہر قسم کے کانٹوں یعنی معاصی اور گناہوں سے دامن سمیٹ کر چلنے والے کے ہوئے پس "تقوےٰ" ایک ایسا جامع لفظ ہے جو تمام احکام شریعت کی بجا آوری اور معاصی سے پرہیز کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور ظاہر ہے کہ اگر انسان صفتِ "تقویٰ" کو اپنا لے تو وہ ہر قسم کی برائیوں، گناہوں اور معاصی سے

نچ سکتا ہے۔ معاشرے کی تمام برائیاں اگر تجزیہ کیا جائے تو محض "خوفِ خدا" یا "تقویٰ" کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اگر لوگوں کے دل میں خوفِ خدا یا تقویٰ کا جذبہ پیدا ہو جائے اور وہ تقویٰ شعار بن جائیں تو آج ہی معاشرے کی تمام برائیاں رخصت ہو سکتی ہیں۔

حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ

فرمایا کرتے تھے کہ یہ ساری عداوتیں، چوری، ڈکیتی، اغوا اور قتل کی وارداتیں اور دوسری معاشرتی برائیاں محض اس وجہ سے عام ہو گئی ہیں کہ لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا نکل گیا ہے۔ اور یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جب انسان کے دل سے خوفِ خدا نکل جائے تو یہ درندوں سے بڑھ کر ظالم اور گدھوں سے زیادہ احمق بن جاتا ہے۔

خوف یا شوق

ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے دو صفتوں خوف یا شوق کا ہونا لازمی امر ہے۔ کوئی کام بھی ہو وہ یا تو شوق سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے یا خوف سے۔ طالب علم ہی کو لے لیجئے وہ شوق سے پڑھتا ہے یا خوف سے۔ اگر اسے یہ خوف ہو کہ کام نہ کیا تو استاد سزا دے گا۔ اور والدین ناراض ہوں گے تو وہ ظاہر ہے کہ کام کر کے لے جائے گا اور پوری تندہی سے تعلیم میں مصروف رہے گا۔ پھر اگر اُسے یہ فکر بھی دامن گیر ہو جائے کہ ناکامی کی وجہ سے میری ذلت ہو گی، استاد اور والدین کی نظروں میں حقیر اور بے عزت ہو جاؤں گا، میرا تمام سال ضائع ہو جائے گا تو بدیہی امر ہے کہ وہ اس خوف سے جی لگا کر محنت کریگا اور کامیابی کی سر توڑ جدوجہد کرے گا۔

مزید برآں اگر کسی طالب علم کے دل میں پڑھائی اور محنت کا شوق پیدا ہو جائے، اس کے دل میں کامیابی و کامرانی کی آرزوئیں اور امنگیں کروٹیں لینے لگیں اور وہ اس کوشش میں لگ جائے کہ میں زیادہ سے زیادہ محنت کر کے احسن طریقے پر کامیاب ہو جاؤں اور سب کی نظروں میں مقبول و محبوب بن جاؤں تو ظاہر ہے یہ شوق بھی اُسے کامیابی کی منزل سے ہمکنار کر دے گا۔ غرض حاصل اس گفتگو کا یہ نکلا کہ خوف یا شوق دونوں ہی انسان کو کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر سکتے ہیں

شریعتِ اسلامیہ

نے بھی انسان کو شوق اور خوف دونوں کی ترغیب دی ہے۔ مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک طرف جنت اور اس کی نعمتوں کے حصول کا شوق دل میں رکھے اور ہر گھڑی رضائے ایزدی کو پیشِ نظر رکھے اور دوسری طرف سے خدا کے غضب اور دوزخ کی آگ سے ڈرتا رہے اور اس خوف کی وجہ سے معاصی اور گناہوں سے بچتا رہے اور خدا کی نافرمانیوں سے قطعی اجتناب کرے۔ خوف برائیوں سے بچنے میں ممد و معاون ہوگا۔ اور شوق سے نیکیوں میں سبقت لے جانے کی ناقابلِ تسخیر قوت پیدا ہو گی۔

ارشادِ نبویؐ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالٰے کو انسان کے دو قطروں اور دو نشانوں سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں۔ ایک وہ قطرہ جو (آنکھوں سے) اللہ کی خشیت اور خوف کی وجہ سے ٹپکے اور دوسرا وہ جو وفورِ شوق اور جوشِ محبتِ الٰہی میں آنکھوں سے بہہ نکلے۔ نشان اللہ تعالٰے کو ایک وہ محبوب ہے جو (انسان کے جسم پر) میدان جہاد میں زخم لگنے کی وجہ سے آ جاتے اور دوسرا وہ جو نماز کی مداومت سے پیشانی اور ٹخنوں وغیرہ پر آ جائے۔ اللہ تعالٰے ہمیں شوق و خوف دونوں سے بہرۂ وافر عطا فرمائے۔ آمین!

بزرگانِ محترم! ہمارا کوئی عمل اللہ تعالٰے جل شانہٗ سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ہماری ہر ہر حرکت اور ہمارے دل کے ارادوں تک سے باخبر ہے۔ ہم لوگوں کی نظروں سے چھپ سکتے ہیں لیکن اس کی نظروں سے کسی وقت بھی اوجھل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ہر گھڑی ہمیں اس مالک الملک سے ڈرتے رہنا اور اسی کی یاد میں شاغل رہنا چاہئے اور کبھی چھپ کر بھی کوئی برائی کرنے کی کوشش نہ کرنا چاہئے۔

جامع نصیحت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ آپؐ کے بہت سے ارشادات میں نے سنے ہیں زبانِ نبوّت سے بے شمار ہدایات کا صدور ہوتے بھی میں نے دیکھا ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ ساری یاد نہیں رہیں گی اس لئے آپ کوئی جامع نصیحت فرما دیں جو میرے لئے کافی ہو۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "اپنے علم اور واقفیت کی حد تک خدا سے ڈرتے رہو۔ اور تقوٰے کے ساتھ زندگی گذارو۔" یعنی اگر یہ ایک بات ہی تم نے یاد رکھی اور عمل کیا تو بس تمہارے لئے کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے خوف ہو گا وہ سویرے چل پڑے گا اور جو سویرے چل پڑے گا وہ منزل پر بروقت پہنچ جائے گا۔

دوسری جگہ ارشادِ نبویؐ ہے آپ فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ قریب اور زیادہ پیارے وہ لوگ ہیں جو تقوٰے میں بڑھے ہوئے ہیں خواہ وہ کسی قوم یا نسل سے ہوں۔ اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں۔

حاصل یہ نکلا کہ تقوٰے شعار بروقت منزل پر پہنچ جائیں گے۔ اور جو شخص جس قدر زیادہ تقوٰی شعار و پرہیزگار ہو گا اسی قدر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب و پسندیدہ اور مقرب ہو گا۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا کرتے تھے کہ "خوفِ خدا" اور "آخرت کا فکر" ساری نیکیوں کی جڑ ہے۔ جس شخص میں جتنا زیادہ "تقوٰے" ہو گا اس میں اتنی ہی نیکیاں جمع ہوں گی اور اتنا ہی وہ بُرے کاموں، بری باتوں اور گناہوں سے بچے گا اور اگر تقوٰے اور خوف خدا نہیں تو پھر گھی میں بھی ملاوٹ ہو گی، دودھ میں بھی پانی ملایا جائے گا، نسلِ انسانی بھی خالص نہیں رہے گی اور معاشرہ میں بھی ظلم و زیادتی اور بے انصافی کا دَور دورہ ہو گا۔

پس جان لیجئے کہ خوف خدا ہی تمام نیکیوں کی جڑ، معاشرہ کی اصلاح کا ضامن اور تمام برائیوں کا قلع قمع کرنے کا ذریعہ ہے اور ہم صرف صفتِ "تقوٰی" کو اپنا کر کامیاب و بامراد ہو سکتے ہیں۔

آئیے! ہم اپنے دلوں میں خوفِ خدا

(باقی ص۱۸ پر)

انسان کا آغاز و انجام

تقریر: مولانا احتشام الحق تھانوی — تحریر: جناب احمد سعید ایم اے

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی: اما بعد:
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:-

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝

حضرات علمار کرام و معزز حاضرین جلسہ!

ابھی کچھ روز کی بات ہے کہ میں لاہور انار کلی کے ایک جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت سے بعض احباب کی خواہش تھی کہ میں شہر کے کسی دوسرے حصے میں بھی کوئی وقت اور تاریخ فارغ کر سکوں۔ اس سلسلے میں میرے بعض دوستوں نے اس کے لئے آج آپ کی اس بستی میں آپ کے اس محلے میں حاضر ہونے کو فرمایا۔ اور مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالٰے حق بات کہنے کی اور ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن کریم کی جو سورت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس کا نام سورۃ بلد ہے اور اس میں اللہ تعالٰے نے ایک بات اور مضمون بیان فرمایا کہ آج کل کی زبان میں اگر میں اس کی تعبیر یوں کروں۔ کہ اس میں اللہ نے انسان کا موقف، انسان کی حیثیت اور اس کا مقام بیان فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالٰے نے انسان کو کس حیثیت میں پیدا کیا، اس کا موقف کیا ہے۔ اور قرآن کریم کے اندر اگر آپ کبھی غور کریں تو اللہ تعالٰے نے انسان کی پیدائش کا بھی ذکر فرمایا اور اس کی موت کا بھی ذکر فرمایا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ ہماری ابتداء جہاں سے ہوئی، جہاں سے ہم چلے، جہاں سے ہم نے وجود پایا۔ یہ بھی تذکرہ قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور یہ کہ ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے اور ہم پر کیا کچھ گزرنے والی ہے اور کہاں ہمارا اختتام ہونے والا ہے اس کا بھی قرآن نے بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ آپ نے کبھی اس پر غور کیا کہ قرآن کریم ہماری ابتدا اور آغاز اور ہماری انتہا اور انجام اتنی تفصیل سے کیوں بیان کرتا ہے۔ جگہ جگہ انسان کی پیدائش، اس کی منزلیں اس کے درجے کہ کن کن درجوں میں انسان کو پیدا کیا۔ فرمایا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین — ان سب درجوں کا اللہ تعالٰے نے ذکر فرمایا کہ جن منزلوں سے گذر کر انسان وجود پاتا ہے اور پھر یہ کہ اس کا انجام اور اس کی انتہا کیا ہے اس کو بھی بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب کوئی انسان غلطی کرتا ہے اور اپنی ذمہ داری سے ہٹ جاتا ہے تو عام طور سے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی ابتدا سے ناواقف ہو جاتا ہے یا اپنے انجام سے غافل ہو جاتا ہے۔ اگر انسان کو یہ معلوم ہو کہ یہ میری ابتداء ہے۔ یہاں سے میں نے شروع کیا ہے۔ یہاں سے مجھے وجود ملا ہے۔ تو پھر انسان سے کبھی بداعتدالی نہیں ہوتی اس سے کوئی غیر ذمہ دارانہ بات نہیں ہوتی۔ اس کو اپنی ابتداء اور آغاز معلوم ہوتا ہے۔

ایک شخص کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بڑا غریب اور معمولی درجے کا آدمی تھا۔ محلے میں جب وہ آتا جاتا تو اس کو کوئی کیا سلام کرتا۔ وہ بھی جب کسی کو سلام کرتا تو اس کے سلام کا کوئی جواب نہ دیتا۔ خدا کی شان کہ کچھ روز کے بعد یہ دولت مند ہو گیا اور جب یہ دولت مند ہو گیا تو جس راستے سے یہ گذرتا ہے لوگ اس کو سلام کرتے ہیں یہ سلام کا جواب اس طریقے سے دیتا کہ جہاں کسی نے سلام کیا اس کے جواب میں کہتا تھا "کہہ دوں گا" وعلیکم السلام نہیں کہتا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ بھئی جو تم یہ سلام کے جواب میں کہتے ہو "کہہ دوں گا" اس کا کیا مطلب ہے۔ اس نے کہا بات اصل میں یہ ہے کہ میں تو وہی ہوں جو آج سے پانچ سال اور دس سال پہلے تھا اب یہ جو لوگ مجھ کو سلام کرتے ہیں مجھ کو سلام نہیں کرتے میری دولت کو سلام کرتے ہیں اس لئے کہتا ہوں کہ اچھا بھئی پہنچا دوں گا اس کو سلام۔ اس آدمی کو اپنی ابتدا یاد ہے کہ میں نے کیسی غربت سے اپنی زندگی کو شروع کیا ہے اس آدمی میں کبھی غرور نہیں پیدا ہوگا نخوت نہیں پیدا ہوگی، تمکنت نہیں ہوگی اس لئے کہ اس کو اپنی ابتدائی زندگی کے دن یاد ہیں۔ اس طریقے سے اگر کسی شخص کو یہ معلوم ہو کہ میرا انجام کیا ہونے والا ہے کون سی منزل میرے اوپر سے گذرنے والی ہے۔ تب بھی انسان اپنے آپ کو درست کر لیتا ہے۔ لیکن اگر کسی کو نہ اپنی ابتدا معلوم ہو نہ اپنی انتہا معلوم ہو تو پھر انسان بداعتدالی سے نہیں بچ سکتا۔

ایک نوجوان نے کسی آدمی سے کہا کہ اللہ تعالٰے نے قرآن کریم میں منع فرمایا ہے۔ اکڑ کر نہ چلو "لا تمش فی الارض مرحا" اس لئے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ وقار کے ساتھ چلو، سنجیدگی سے چلو، اکڑ کر نہ چلو۔ تو وہ نوجوان ناراض ہو گیا۔ کہنے لگا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کس آدمی کو ٹوکا ہے۔ اس نے کہا۔ جی ہاں مجھے معلوم ہے کہ آپ کو بھی اپنے بارے میں اتنا معلوم نہیں میں آپ کو اتنا جانتا ہوں کہ آپ خود بھی نہیں جانتے۔ اس نے کہا اچھا بتائیے کہ میں کون ہوں۔ انہوں نے کہا سنئے۔ فرمایا۔ اولک نطفۃ قذرۃ آپ کی ابتدا یہ ہے کہ آپ نے ایک ایسے پانی سے وجود پایا کہ اگر وہ کپڑے پر لگ جاتے تو ناپاک اور جسم پر لگ جائے تو جسم ناپاک۔ یہ آپ کی ابتدا ہے۔ وآخرک جیفۃ مذرۃ اور آپ کا

انجام اور انتہا یہ ہے کہ آپ ایک بے حس و حرکت لاش کے اندر تبدیل ہونے والے ہیں آپ کو حشرات الارض اور کیڑے پیٹے ہوتے ہوں گے۔ اور آپ ان کیڑوں کو بھی اپنے جسم سے نہیں ہٹا سکیں گے۔ یہ آپ کا انجام ہے۔ وہ آپ کی ابتدا تھی یہ آپ کا انجام ہے۔ و انت بین ذالك تحمل القنطرہ اور اس وقت آپ کی درمیانی حالت یہ ہے کہ آپ کے اندر گندگی اور غلاظت ہے۔ اللہ کا شکر ادا کیجئے کہ اللہ نے ایسا پردہ ڈھک رکھا ہے۔ کہ آج آپ اس گندگی کے باوجود بھی مہذب مجلسوں میں بیٹھتے ہیں —— کوئی آپ کو اٹھاتا نہیں اللہ تعالےٰ نے آپ کی گندگی کا پردہ ڈھک رکھا ہے۔ اللہ کا شکر ادا کیجئے۔ اس وقت کی آپ کی یہ حالت ہے۔ فرمایا۔ اب کہئے میں نے آپ کی ابتدا کو بھی بتا دیا۔ آپ کا انجام اور اس وقت کی موجودہ حالت کو بھی بتا دیا۔ اب میں آپ سے کہتا ہوں کہ میں آپ کو اتنا جانتا ہوں کہ آپ خود بھی اپنے آپ کو نہیں جانتے۔ جب انسان اپنی ابتدا پر غور کرتا ہے یا اپنے انجام پر غور کرتا ہے تو اس کا دل ان ذمہ داریوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے جن ذمہ داریوں کو دے کر اللہ تعالےٰ نے انسان کو پیدا کیا۔ اسی لیئے اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں انسان کی تخلیق اور اس کی پیدائش کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔ قرآن کریم کی اسی صورت میں اللہ تعالیٰ کو تو صرف ایک ہی مضمون بیان کرنا ہے کہ ہم نے انسان کو کس حیثیت اور کس موقف میں پیدا کیا — فرمایا کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔ یہ ل جو ہے یہ جواب قسم میں ہوتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قسم ہے کہ ہم نے انسان کو بڑی بڑی مشکلوں اور تکلیفوں میں پیدا کیا۔ ممکن ہے آپ کے دل میں خیال پیدا ہو کہ اللہ تعالےٰ بھی قسم کھاتے ہیں۔ جس طرح ہم اور آپ اپنی گفتگو اور اپنے کلام میں قسم کھا کر بعض باتیں بیان کرتے ہیں کیا اللہ تعالےٰ کو بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالےٰ قسم کھائے۔ امام اصمعی سے کسی بدو نے پوچھا تھا

کہ اللہ تعالےٰ کے کلام میں بھی قسمیں ہیں اور قسم تو اس لئے کھائی جاتی ہے کہ شاید کوئی ہماری بات نہ مانے تو قسم کھا کر کہو تاکہ مان جائے۔ کیا کوئی ایسا بھی بدبخت انسان موجود تھا جس کو اللہ تعالےٰ کی بات پر یقین نہ آیا جو اللہ تعالیٰ کو قسم کھانے کی ضرورت پڑی جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالےٰ کے کلام میں بھی جگہ جگہ قسمیں کھائی گئی ہیں۔ اور قسم اس لئے کھائی جاتی ہے کہ کلام میں زور پیدا ہو اور کلام کے اندر قوت پیدا ہو کہ سننے والا اس کو معمولی بات نہ سمجھے اور بڑی اہم بات سمجھ کر اس پر یقین کرے۔ قسم کھانے کا مقصد یہ ہوتا ہے اور یہ مقصد کیسے ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعضے لوگ جب کسی کو یقین دلانا چاہتے ہیں تو ملک کی کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا نام لیتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی یقین دلانا چاہے کہ صاحب میں ملک کا اور قوم کا بڑا ہمدرد ہوں تو فوراً اس کی باتوں میں آ جائے گا کہ میں قائدِ اعظم کے ساتھ ایسا تھا اور انہوں نے مجھے ایسا کہا تھا۔ اس تذکرے کا مقصد دوسرے کے اوپر اعتبار قائم کرنا ہے کہ اتنی بڑی شخصیت کا نام لے دو کہ یہ شخص سمجھے کہ یہ ملک کا بڑا بہی خواہ اور خیر خواہ ہے۔ اسی طرح قسم کا فلسفہ یہ ہے کہ ایک ایسی ہستی کا ایک ایسی ذات گرامی کا نام اپنے کلام کے اندر شامل کر دو کہ جس کو سن کر یہ کہیں کہ اتنی بڑی ہستی کا نام لے کر کوئی آدمی جھوٹ بات نہیں کہہ سکتا۔ واقعی یہ سچی بات ہوگی جب ہی تو اس نے کہی ہے۔ اسی لئے شریعت نے حکم دے دیا کہ قسم اللہ کی کھاؤ غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ۔ اس لئے کہ جس ذات کی عظمت سب سے زیادہ ہے اس ذات کی قسم کھاؤ اور وہ ذات اللہ کے سوا کون ہو سکتی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ یا ذاتِ خدا کی قسم کھاؤ یا صفت خدا کی قسم کھاؤ۔ اس لئے فرمایا کہ اگر غیر اللہ کی قسم کھاؤ گے تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ جو درجہ عظمتِ خداوندی کا تھا وہ غیر اللہ کو دے دیا۔ اسی لئے علماء نے منع فرمایا

کہ غیر اللہ کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ اس راستے سے بھی قوموں کے اندر شرک آ جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ یا ذاتِ خداوندی کی قسم کھاؤ یا خدا کی قسم کھاؤ اور باقی اللہ کی صفت یا اللہ کی ذات کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانے کی اسلام میں اجازت نہیں۔ لیکن آپ کہیں گے کہ قرآن مجید میں جگہ جگہ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں اللہ تعالےٰ نے چاند کی قسم کھائی کہیں سورج کی قسم کھائی، کہیں ستاروں کی قسم کھائی بلکہ صرف یہی نہیں کہیں زیتون کی قسم کھائی، کسی جگہ انجیر کی قسم کھائی۔ فرمایا کہ :-

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

تین کہتے ہیں انجیر پھل کو بھی زیتون کہتے ہیں۔ ایک شخص نے یہ خیال کیا کہ جن جن چیزوں کی اللہ تعالےٰ قسمیں کھاتے ہیں وہ اگر کھانے کی ہیں تو وہ بڑی خوش ذائقہ اور مزیدار ہوں گی جبھی تو اللہ تعالےٰ نے ان کی قسمیں کھائی ہیں کسی بد ذائقہ چیز کی اللہ تعالیٰ قسم نہیں کھا سکتا۔ یہ سمجھ کر پہلے تو اس نے انجیر کھایا تو وہ بڑا خوش ذائقہ اور میٹھا تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال جم گیا کہ جس چیز کی اللہ تعالےٰ قسم کھاتے ہیں اس کو خوش ذائقہ ہونا چاہئے۔ لیکن جب اس نے زیتون کھایا تو وہ بڑا بد ذائقہ تھا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اللہ میاں نے شاید اس کی قسم بغیر چکھے ہی کھا لی چکھ کر نہیں کھائی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے زیتون کی بھی قسم کھائی انجیر کی بھی قسم کھائی۔ پھر فرمایا کہ وقت فجر کی بھی قسم کھائی، وقت عصر کی بھی قسم کھائی۔ پھر فرمایا۔

وَالشَّمْسِ وَ ضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝

یہ سب قسمیں ہیں۔ لیکن بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ یہ قسمیں نہیں بلکہ شہادتیں ہیں۔ شہادتوں کا مطلب یہ ہے کہ قسمیں کھا کر جو بات کہی جائے وہ ہے دعویٰ اور جتنی بھی قسمیں ہیں سب شہادتیں ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے جو قسمیں کھائی ہیں ان قسموں کے بعد

جو بات کہی جا رہی ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا جنہوں نے اپنا تزکیہ کر لیا وہ کامیاب ہو گئے اور جنہوں نے اس صلاحیت کو برباد کر دیا وہ ناکام ہو گئے ۔ اعتدال جب تم نے اپنی زندگی میں پیدا کر لیا تو سمجھ لو کہ تمہاری زندگی کامیاب ہے فرمایا اس کی شہادت میں چاند گواہ ہے سورج گواہ ہے، رات گواہ ہے، دن گواہ ہے، انسان کا نفس گواہ ہے ۔ فرمایا کہ سب چیزیں اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ اگر اعتدال اپنی زندگی میں باقی رکھو گے تو کامیابی ہے اور اگر اعتدال باقی نہیں رکھو گے تو یہ سب کی سب تباہ ہو جائے گی ۔ بعض علماء نے تو یہ کہہ کر پیچھا چھڑا لیا کہ یہ سب کی سب شہادتیں ہیں قسمیں ہیں ہی نہیں ۔ اسی لئے کہا گیا کہ ذاتِ خداوندی کی قسم کھاؤ یا صفتِ خداوندی کی قسم کھاؤ ۔ کیونکہ کسی اور چیز کی قسم کھانے سے شرک آ جانے کا اندیشہ ہے اس لئے کہ تعظیم کا وہ درجہ کہ اس کی ذات یا صفات کی قسم کھاؤ وہ اللہ تعالےٰ کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں لیکن اگر کسی اور کو وہ درجہ دے دیا تو اس راستے سے بھی شرک آ جاتا ہے اس لئے منع فرمایا ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ خود قرآن کریم میں غیر اللہ کی قسم کھائیں تو شرک پیدا ہونے کا خطرہ ہمارے اور آپ کے اندر تو ممکن ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں غیر اللہ کی قسم کھائیں تو نعوذ باللہ کہیں یہ خطرہ تھوڑی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اندر بھی شرک داخل ہو جائے گا ۔ وہاں یہ خطرہ بھی نہیں یہ اندیشہ بھی نہیں ۔ اس لئے اگر قرآن کریم میں ایسی قسمیں ملتی بھی ہیں تو وہ آپ کی اور ہماری نظروں میں قابل اعتراض نہیں ہونی چاہئیں ۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے قسمیں کھائیں اور غیر اللہ کی بھی قسمیں کھائیں اور قسم کھا کر بات بیان کی، فرمایا ۔ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ ترجمہ اس کا یہ ہے ایک طالب علمانہ خیال اگر آپ کے ذہن میں آئے کہ صاحب ترجمہ تو آپ کرتے ہیں کہ میں قسم کھاتا ہوں ۔ اور اس میں شروع کے اندر لفظ لا موجود ہے جس کے معنی ہونے چاہئیں کہ میں قسم نہیں کھاتا ہوں ۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ لا اصل میں زائد ہے ۔ اس کے کوئی معنی نہیں ۔ آپ جب ترجمہ کریں تو لا کو نکال دیں اور اقسم سے ترجمہ کریں اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کا تعلق اقسم سے نہیں بلکہ اس کا ترجمہ یوں ہے کہ ایسی بات نہیں ہے جیسا کہ تم نے خیال کر رکھا ہے لا اس کے ساتھ مل گیا اور اب اس کے بعد مضمون شروع ہوتا ہے ترجمہ اس کا یہ ہو گا کہ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی ایسی حالت میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اندر نازل ہوں اس میں آپ اتریں اور قسم ہے کہ دنیا کے اندر جتنوں نے جنا، جتنے جنے گئے، والد اور مولود سب کی قسم ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کل نوع انسان اور بنی آدم کی قسم ۔ اللہ نے قسم کھائی کس کی، مکہ کی قسم کھائی اور ساتھ ہی ساتھ بنی نوع انسان کی بھی قسم کھائی ۔ اور ان دو چیزوں کی قسم کھا کر بیان کیا کہ ہم نے انسان کو بڑی بڑی تکلیفوں اور مشقتوں میں پیدا کیا ۔ سرزمین مکہ کی قسم اس لئے کھائی کہ اگر آپ وہاں گئے ہیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ وہ کشمیر کی وادی نہیں وہاں ریگستانی علاقہ ہے، کوہستانی علاقہ ہے اور آپ کو وہاں جا کر بڑی بڑی تکلیفوں سے گذرنا پڑتا ہے ۔ اس قسم کے راحت و آرام جیسا کہ آپ نینی تال میں جائیں شملہ میں جائیں وہاں میسر نہیں ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خطے کی قسم کھائی کہ جہاں آپ جاتے ہیں تو آپ کو تکلیفوں سے سابقہ پڑتا ہے ۔ سب سے پہلے تو یہ کہ وہاں کے لوگوں سے جب آپ کو واسطہ پڑتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ بھئی یہ لوگ تو بڑے سخت مزاج معلوم ہوتے ہیں ۔ مدینہ طیبہ میں جب آپ جاتے ہیں تو ہر آدمی کے برتاؤ سے آپ کو یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ سبحان اللہ یہاں رحمتِ عالمؐ موجود ہیں اور ان کے صدقہ میں اور ان کے طفیل یہاں کے لوگوں کے کیسے پاکیزہ اخلاق ہیں کہ کوئی غصہ سے بھی بات نہیں کرتا ۔ بڑی نرمی سے مزاج ہیں ۔ لیکن جب آپ مکے میں جاتے ہیں اور لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ بڑے سخت مزاج ہیں ۔ ایک صاحب کہنے لگے ۔ کہ صاحب مجھ کو بڑا افسوس ہوا میں صفا اور مروہ کی سعی کر کے تھک گیا مجھے پیاس لگ رہی تھی اور میری جیب میں کوئی پیسہ بھی نہیں ۔ میں نے ایک دکاندار سے کہا کہ بھئی مجھے پانی پلاؤ ۔ اس نے کہا ریال لاؤ ۔ میں نے کہا ۔ بھئی ! مجھے شدت کی پیاس لگ رہی ہے ۔ اس نے کہا نہیں ریال لاؤ ۔ کہنے لگے مزاج اور طبیعت کے بڑے سخت ہیں ۔ تو میں نے کہا کہ ان کی سختی کو دیکھ کر آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہئے ۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ مکے کے رہنے والے باوجود مسلمان ہونے کے بھی اتنے سخت ہیں تو جب یہاں کے رہنے والے مسلمان نہیں ہوتے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا واسطہ پڑتا تھا تو اس وقت یہ لوگ کتنے سخت ہوں گے اور حضورؐ نے ان کی سختی کو کس طرح برداشت کیا اور ان کو کس طرح مسلمان کیا ۔ یعنی اندازہ آج یہ لگانا چاہئے ۔ کہ آج باوجود مسلمان ہونے کے ان کی سختی سختی معلوم ہوتی ہے لیکن اصل سختی تو وہ تھی جو برداشت کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ ناراض نہیں ہونا چاہئے ۔ وجہ یہ کہ یہ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں پر آپ کا امتحان بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی دکھایا جاتا ہے کہ آپ عاشقِ صادق بن کر آتے ہیں یا محض دعوے ہی دعوے ہے ۔

مولانا جلال الدین رومی نے لکھا ہے کہ ایک شخص کو کسی سے بڑی محبت تھی دعوے کیا کرتا تھا کہ مجھے بڑی محبت ہے اور اس سے کہتا تھا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں ۔ بہت دنوں کے بعد اس نے کہا کہ اچھا آج رات بارہ بجے مجھے ملو ۔ اب عاشق کو دعوت دی کہ آج رات بارہ بجے محبوب سے ملو ۔ یہ جان بوجھ کر ایک گھنٹہ دیر سے گیا مولانا جلال الدین رومی کے الفاظ ہیں کہ جا کر دیکھتا ہے کہ خراٹے لئے سو رہے ہیں یہ عاشق صاحب ۱۲ بجے تک انتظار کرتے رہے اور جب بارہ بجے محبوب نہیں آیا تو سو گئے ۔ محبوب نے اندازہ لگا لیا کہ بھئی جس کو واقعتاً عشق اور محبت ہوتی ہے وہ گھڑی دیکھ کر تھوڑی جاگا کرتا ہے وہ تو

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

محمد شفیع عمرالدین (حیدرآباد)

جہاد فرض ہے

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ (البقرہ - آیت ۲۱۷ ع ۲۶)

ترجمہ - تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو - اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو - اور ممکن ہے۔ کہ تم کسی چیز کو پسند کرو - اور تمہارے لئے مضر ہو۔ اور اللہ ہی جانتا ہے۔ اور تم نہیں جانتے۔

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سوال پیدا ہوا تھا - کہ جہاد کب تک رہے گا۔ اس کا جواب ہے - کہ امن تمہارے لئے مضر نتائج پیدا کریگا۔ اس لئے جہاد کا حکم دوامی ہے -

"لہذا جہاد ہر شخص پر فرض ہے -

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ کے بارے میں شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ - "بُرے لگنے کا مطلب یہ ہے - کہ نفس کو دشوار اور گراں معلوم ہوتا ہے یہ نہیں کہ قابل رد و انکار نظر آتے - اور مخالف حکمت و مصلحت سمجھا جائے - اور موجب ناخوشی اور تنفر ہو - اتنی بات میں کوئی الزام نہیں جب انسان کو بالطبع زندگی سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہیں تو ضرور مقاتلہ سے زیادہ دشوار کوئی شے نہ ہونی چاہیئے۔

وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا ، یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں نافع یا مضر سمجھو وہ واقع میں بھی تمہارے حق میں ویسی ہی ہوا کرے بلکہ ہوسکتا ہے - کہ تم ایک چیز کو اپنے لئے مضر سمجھو اور وہ مفید ہو - اور کسی چیز کو مفید خیال کرلو - اور وہ مضر ہو - تم نے تو سمجھ لیا - کہ جہاد میں جان و مال سب کا نقصان ہے اور ترک جہاد میں دونوں کی حفاظت اور یہ نہ جانا کہ جہاد میں دنیا و آخرت کے کیا کیا منافع اور اس کے ترک میں کیا کیا نقصان ہیں - تمہارے نفع نقصان کو خدا ہی خوب جانتا ہے - تم اسے نہیں جانتے اس لئے وہ جو حکم دے اُس کو حق سمجھو - اور اپنے اس خیال کو چھوڑ دو -"

حدیث شریف میں وارد ہے - مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلَىٰ شُعْبَةٍ مِّنْ نِفَاقٍ (ریاض الصالحین بحوالہ مسلم)

ترجمہ - جو شخص (اس حالت میں) مرگیا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا - اور نہ اپنے دل میں جہاد کا خیال رکھا تو اس کی موت نفاق کے ایک طریقہ پر ہوئی -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے :-

اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِي بِبَلَدِ رَسُولِكَ -

یا اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب کر - اور میری وفات اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں فرما

ایک موقعہ پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا - کہ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ ؟ یعنی لوگوں میں سے کون شخص زیادہ اچھا ہے ؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا - مُؤْمِنٌ يُّجَاهِدُ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ - یعنی وہ مومن سب لوگوں میں سے بہتر ہے - جو اپنی جان اور مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے - (ریاض الصالحین)

جہاد کے لئے تیاری

کیونکہ مسلمانوں پر جہاد کرنا فرض ہے - اس لئے ہر کلمہ گو اللہ تعالے کی فوج کا سپاہی ہے - لہذا ان کو ہمیشہ دشمنان دین سے مقابلہ کرنے کے لئے خواہ زمانہ امن ہی کیوں نہ ہو، ہر طرح کی فوجی طاقت کی فراہمی میں لگے رہنا چاہیئے - اور اس اہم ترین فریضہ سے کبھی بھی غفلت نہ برتی جائے -

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (الانفال - آیت ۶۰ - ع ۷)

ترجمہ - اور ان سے لڑنے کے لئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کرسکو سو تیار رکھو - کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے - ہیبت پڑے - اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے تمہیں (اس کا ثواب) پورا ملے گا - اور تم سے بے انصافی نہیں ہوگی -

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ

"اے وفاداران الٰہی! تم ہر وقت اعدائے اسلام کی قوت کو پاش پاش کرنے کے لئے فوجی طاقت تیار رکھو"

حاشیہ حضرت شیخ الاسلام عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

"یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کردیا جائے - نہیں مسلمانوں پر فرض ہے - کہ جہاں تک قدرت ہو سامان جہاد فراہم کریں - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیراندازی وغیرہ کی مشق کرنا سامان جہاد تھا - آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آب دوز کشتیاں آہن پوش کروزر، وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا، اور فنون حربیہ کا سیکھنا بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامان جہاد ہے - اسی طرح آئندہ جو اسلحہ جات و آلات حرب تیار ہوں - انشاء اللہ وہ سب اس آیت کے منشا میں داخل ہیں - باقی گھوڑے کی نسبت تو آپ خود ہی فرما چکے -

"اَلْخَيْلُ مَعْقُودٌ فِي نَوَاصِيهَا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" کہ قیامت تک کے لئے خدا نے اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی ہے -

اور احادیث میں ہے۔ کہ جو شخص گھوڑا جہاد کی نیت سے پالتا ہے، اس کے کھانے پینے بلکہ ہر قدم اٹھانے میں اجر ملتا ہے اور اس کی خوراک وغیرہ تک قیامت کے دن ترازو میں وزن کی جائیگی (تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ) یعنی سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے۔ باقی فتح وظفر کا اصلی سبب خدا کی مدد ہے۔ جو پہلے بیان ہوچکا۔ اور وہ لوگ جن کو بالیقین تم نہیں جانتے منافقین ہیں جو مسلمانی کے پردہ میں تھے۔ یا یہود "بنی قریظہ" یا روم و فارس وغیرہ، وہ سب قومیں جن سے آئندہ مقابلہ ہونے والا تھا۔

(وَمَا تُنْفِقُوْا) یہ مالی جہاد کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کروگے، اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ یعنی ایک درہم کے سات سو درہم واللہ یضاعف لمن یشاء اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ مل جاتا ہے۔

اعلان جہاد

لہذا جب کبھی جہاد کا اعلان ہو۔ تو ہر مسلمان کو فوراً بخوشی جہاد میں شریک ہونے کے لئے گھروں سے نکل آنا چاہیئے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(التوبہ آیت ۴۱ ع ۶)

ترجمہ۔ تم ہلکے ہو یا بوجھل نکلو۔ اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں لڑو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو۔

حاشیہ حضرت شیخ التفسیرؒ

لہذا اگر نصرت دین متین کی سعادت چاہتے ہو۔ توجس وقت حکم ملے۔ فوراً نکل پڑو۔ خواہ سازوسامان کی بہتات ہو یا نہ ہو۔"

حاشیہ حضرت شیخ الاسلامؒ

(۱) یعنی پیادہ اور سوار، فقیر اور غنی، جوان اور بوڑھے، جس حالت میں ہوں نکل کھڑے ہوں۔ نفیر عام کے وقت کوئی عذر پیش نہ لائیں"

(۲) (ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ) "یعنی دنیوی اور اُخروی ہر حیثیت سے"

فتح

بقول حضرت شیخ التفسیر صاحبؒ "اور حق و باطل کی لڑائی میں فتح یقیناً حق کی ہوگی"

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا

(النساء آیت ۷۶ ع ۱۰)

ترجمہ۔ جو ایمان والے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ اور جو کافر ہیں۔ وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں۔ سو تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو بے شک شیطان کا فریب کمزور ہے۔

"یعنی جب یہ بات ظاہر ہے۔ کہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں۔ تو پھر مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ لڑنا۔ بلا تامل ضروری ہوا۔ اللہ تعالےٰ ان کا مددگار ہے۔ کسی قسم کا تردد نہ چاہیئے۔ اور سمجھ لو کہ شیطان کا حیلہ اور فریب کمزور ہے۔ مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔ اس سے مقصود مسلمانوں کا جہاد پر ترغیب دلانا اور ہمت باندھنا ہے۔ جس کا ذکر آیات آئندہ میں بالتصریح آتا ہے (حضرت مولانا عثمانیؒ)

آزمائش کا وقت

اعلان جہاد مسلمانوں کی آزمائش کا وقت ہے۔ اللہ تعالےٰ کے سپاہیوں کو چاہیئے کہ بلا تردد اور بلا کسی خوف وخطرہ کے جہاد کے لئے نکل پڑیں۔ اور اس امتحان میں پورے اُتریں۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ

(العنکبوت آیت ۲)

ترجمہ۔ کیا لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں۔ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔

اس طرح کی آزمائشوں سے ہم سے پہلے لوگوں کو بھی دوچار ہونا پڑا ہے تاکہ سچے اور جھوٹے ظاہر ہوجائیں

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (العنکبوت آیت ۳)

ترجمہ۔ اور جو لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا۔ سو اللہ انہیں ضرور معلوم کرے گا جو سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔

آزمائش میں ثابت قدم رہنے والوں کے لئے بشارت

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ (البقرۃ آیت ۱۵۵، ۱۵۷)

ترجمہ۔ اور ہم تمہیں کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ضرور آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دو وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ تو کہتے ہیں ہم تو اللہ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے مہربانیاں ہیں اور رحمت۔ اور ہدایت پانے والے ہیں۔

آخرت کا سودا

کافروں کی آخرت کی زندگی بڑی تاریک ہے۔ ان کے لئے آخرت کا دائمی عذاب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔

اس کے برعکس ایک مومن کی آئندہ آنے والی زندگی بڑی روشن ہے۔ مرنے کے بعد اس کے لئے جنت کا ٹھکانہ ہے۔ اور اسے اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کافر میدان کارزار میں گھبراہٹ میں گھرا ہوا رہتا ہے۔ اور ایک مومن میدان جہاد میں بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ اپنا فریضہ بجا لاتا ہے۔ اگر فتح حاصل ہو تو بھی وہ کامیاب ہے۔ اگر شہادت کا مرتبہ مل جائے تو بھی کامران ہے۔

فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین یشرون الحیوۃ الدنیا بالاخرۃ ومن یقاتل فی سبیل اللہ فیقتل او یغلب فسوف نؤتیہ اجرا عظیما (النساء - آیت ۷۴)

ترجمہ - سو چاہئے - کہ اللہ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچتے ہیں - اور جو کوئی اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب رہے - تو اسے ہم بڑا ثواب دیں گے -

"یعنی اگر منافق لوگ جہاد سے رکیں تو رکیں - اور اپنے نشیب و فراز دینوی کو تکتے رہیں - مگر جو لوگ کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو لات مار چکے ہیں اُن کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں بے تامل لڑیں - اور دنیا کی زندگی اور اُس کے مال و دولت پر نظر نہ رکھیں اور سمجھ لیں - کہ اللہ تعالٰے کی اطاعت اور حکم برداری میں ہر طرح کا نفع ہے - غالب ہوں - یا مغلوب، مال ملے یا نہ ملے"

بڑی کامیابی

لکن الرسول والذین آمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واولئک لھم الخیرات واولئک ھم المفلحون ۝ اعد اللہ لھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ذلک الفوز العظیم ۝ (التوبہ - آیت ۸۸، ۸۹)

ترجمہ - لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان والے ہیں - وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں - اور انہیں لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں - اور وہی نجات پانے والے ہیں - اللہ نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہیں - جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں - ان میں ہمیشہ رہیں گے - یہی بڑی کامیابی ہے -

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر رح

اللہ تعالٰے کے دین کی حفاظت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین ہی سربکف ہو کر نکلتے ہیں جزائے خیر بھی انہیں کا حصہ ہے - بہشت انہیں خدا پرستوں کی جزائے خیر ہے - یہ بہت بڑی کامیابی ہے -

اسوۂ حسنہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ والیوم الآخر وذکر اللہ کثیرا - (احزاب - آیت ۲۱)

ترجمہ - البتہ تمہارے لئے رسول میں اچھا نمونہ ہے - جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے - اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے -

حاشیہ حضرت شیخ التفسیر رح

مومنین کے لئے اس نازک موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل نمونہ ہے - کہ ذرہ بھر خوف و ہراس طاری نہیں ہوا - اور استقامت سے اسلام کی حمایت فرمائی - اس استقامت کی برکت سے اللہ تعالٰے کی طرف سے غیبی امداد آئی - اور آپ نے فتح پائی -

فاعتبروا یا اولی الابصار

حاصل یہ نکلا کہ -

(۱) مسلمانوں کو جہاد اور زندگی کے سب شعبوں میں اسوۂ حسنہ کو اپنا دستور العمل بنانا چاہئے

(۲) کسی قسم کے خوف و ہراس کو اپنے دل میں جگہ نہ دینی چاہئے -

(۳) ہمت، استقامت اور استقلال سے کام لینا چاہئے -

(۴) اللہ تعالٰے کی یاد بہت کرنی چاہئے اور اس سے غیبی امداد، فتح اور کامرانی مانگتے رہنا چاہئے -

(۵) آخرت کے ثواب کی امید رکھنی چاہئے

امداد الٰہی

امداد الٰہی حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں (۱) نماز (۲) اور صبر - ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہئے -

یا ایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصبرین ۝ (البقرہ - آیت ۱۵۳)

ترجمہ - اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد لیا کرو - بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے -

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پریشانی آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے - اس لئے ہمیں نماز اور صبر سے غافل نہ ہونا چاہئے

(معارف القرآن - حافظ مولانا محمد ادریس صاحب)

رائے ونڈ

حافظ نور محمد انور

سرزمینِ رائے ونڈ اے مرکزِ تبلیغِ دیں — مرکزِ رشد و ہدایت، منبعِ علم و یقیں
کتنا اونچا ہے زمینِ پاک میں تیرا مقام — اہلِ دیں کا ہر گھڑی رہتا ہے تجھ میں اژدہام
ہے اگر مرکز سہارنپور ہندوستان میں — تو ہے اہلِ حق کا مرکز ملکِ پاکستان میں
اہلِ حق کے قافلے آتے بھی ہیں جاتے بھی ہیں — خود بھی پاتے ہیں فیض اوروں کو پہنچاتے بھی ہیں
رنگ لائیں حضرتِ یوسف کی خدماتِ جلیل — دے خدائے پاک ان کو حشر میں اجرِ جزیل
اجتماعِ عام تیرا ہے انہی کی یادگار — حشر تک آباد رکھے تجھ کو ربِّ کردگار

ذرّہ ذرّہ ہے سعادتمند تیری خاک کا
تو ہے مسکن عاشقانِ صاحبِ لولاک کا

(۴)

صحیح حدیث ہے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔ صحابی۔ عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے نبیؐ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں۔ مجھے بھی آپ ساتھ لے جائیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں۔ تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟ عرض کی اے اللہ کے نبی! دونوں زندہ ہیں۔ ماں بھی ہے باپ بھی ہے۔" (اور شاید اُس نے یہ بھی عرض کیا ہو کہ میرے ماں باپ دونوں جو ہیں وہ کمزور ہیں، بوڑھے ہیں، لاغر ہیں، خدمت کرنے والا کوئی نہیں) تو امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) جواب میں فرماتے ہیں؟ فَفِیْهِمَا جَاهِدْ جا تُو ماں باپ کی خدمت میں جہاد کر۔ تیرا جہاد یہی ہے کہ تُو ماں باپ کی خدمت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد میں جانے سے بچّے کو، نوجوان کو روک دیا۔ کہ تُو جا کہ ماں باپ کی خدمت کر۔ میرے بھائی! آج ہم معاشرے کو روتے ہیں۔ ہمارا معاشرہ تو اتنا خراب ہو چکا ہے۔ اونٹ رے اونٹ! تیری کون سی کل سیدھی، کہاں معاشرہ ٹھیک ہو؟ گھروں کا ہمارا یہ حال، میاں بیوی کے جھگڑے، ماں باپ کے جھگڑے، اولاد کے جھگڑے، دوستوں کے جھگڑے، احباب کے جھگڑے، یہ خداوندِ قدوس کا وہ عذاب ہے جو آج ہم پر مسلط ہے۔ اللہ مجھے اور آپ کو اس عذاب سے نجات دے۔ سب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے بھائی! میں آپ سے سچ کہتا ہوں۔ میرے پاس تو جتنی کبھی کوئی بچیاں، بہنیں، بوڑھیاں آتی ہیں، مائیں آتی ہیں۔ اکثر مائیں اس چیز کی شکایت کرتی ہیں کہ قاضی صاحب! بیٹا گالیاں دیتا ہے، بیٹا مارتا ہے، بیٹا نافرمان ہے، بیٹا تنگ کرتا ہے، میری توہین کرتا ہے، بیوی کی بات

مانتا ہے (اللہ بیویوں کو بھی توفیق عطا فرمائے، اللہ بہوؤں کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنی ساسوں کو ماؤں کی طرح سمجھیں)

یہاں بچیاں موجود ہیں اس لئے میں عرض کروں گا کہ یہ دولت ہے بہت بڑی۔ ماں بھی ماں ہے، ساس بھی ماں ہے، اُستاد کی بیوی بھی ماں ہے۔ یہ تین مائیں ہیں اور تین باپ ہیں۔ باپ بھی باپ، خسر بھی باپ، اُستاد بھی باپ۔ یہ تین باپ ہوتے ہیں۔ تین باپوں کی اور تین ماؤں کی خدمت کرنی چاہیئے۔ آخر جس عورت نے اپنی ساری محنت سے ایک لڑکے کو تیار کیا، پڑھایا لکھایا، خوشیاں منائیں، بچہ پیدا ہُوا تو ماں خوش ہوئی، تکلیفیں برداشت کیں، خود ماں موت کے کنارے پہنچتی ہے تب بچہ بچی پیدا ہوتا ہے۔ پھر دو سال تک ماں کے خون کو وہ چوس جاتا ہے، اُس کا پنجرہ کھا جاتا ہے۔ پھر راتوں کی نیند اُس کی حرام کر دیتا ہے، پھر وہ خوشیاں مناتی ہے۔ آج بیٹے کا ختنہ ہے، آج بیٹا سکول پڑھ رہا ہے، کالج پڑھ رہا ہے، قرآن کا حافظ ہو رہا ہے، یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے۔ پھر منگنی کرتی ہے، دلہن تلاش کرتی ہے، پھر شادی ہوتی ہے۔ اور پھر جب اُس کی دلہن، اس کی بہو اس کے بیٹے کو اس کا باغی کرتی ہے تو ماں کا سینہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔ پھر خدا کی رحمت کبھی قریب نہیں آتی وہ کیا سمجھتی ہے؟ کہ میں نے خالی ساس کو گالی دی؟ اس نے اللہ تعالیٰ کی کتنی نعمتوں کو ٹھکرا دیا۔ اور کل بہو کے بھی بیٹے پیدا ہوں گے، اُن کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوگا۔ ساس پھر بے وقوف ہو جاتی ہے، پھر ساس پاگل ہو جاتی ہے، پھر ساس ظالم ہو جاتی

ہے ——— ہوتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کمزوری ہوتی ہے، لیکن میری بہنو اور میری بچیو! یاد رکھو، جس نے اپنی پوری کمائی تمہاری جھولی میں ڈال دی اس کا کچھ تو خیال رکھو۔ جس نے اتنی محنت کے ساتھ پندرہ بیس سال اپنے بچے کو پالا۔ تیار شدہ بچہ تمہارے حوالے کر دیا۔ تمہیں اس کا احساس کرنا چاہیئے۔ بہو کو بھی خیال رکھنا چاہیئے، ساس کو بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ داماد کو بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

بعض داماد بھی آج بیوپاری قسم کے ہیں۔ جس طرح آج ہماری شادیاں ہو رہی ہیں (اللہ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرمائے) آج لڑکا تلاش کرتا ہے کوئی مال دار خسر ملے، موٹر مل جائے، کوٹھی مل جائے، پیسے مل جائیں۔ یہ نہیں دیکھتا کہ لڑکی کیسی ہے۔ حالانکہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ دیکھو تم جب نکاح کرنے لگو، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ۔ دیندار بچی کو اختیار کرو، دیندار بچے کو اختیار کرو۔ داماد بھی دیندار ہو (بے شک دنیا دار بھی ہو، لیکن دین بھی تو جانتا ہو) بہو بھی دیندار ہو (بے شک دنیا دار بھی ہو لیکن دین بھی تو جانتی ہو) پھر دیکھو تمہارے گھر میں برکت آتی ہے کہ نہیں۔ ہم تو پہلے فیصلہ کرتے ہیں جی دین کی ضرورت نہیں، پیسے ہوں، بیٹا ملازم ہو جائے، خسر صاحب بڑے عہدے کے مالک ہوں تاکہ بیٹے کو ملازم کر لیں۔ پھر بیٹا بھی چلا جاتا ہے، بیٹی بھی چلی جاتی ہے، دین ایمان بھی چلا جاتا ہے۔ جیسا تھا ویسے کا ویسا رہ جاتا ہے (اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ نصیب فرمائے) میرے بزرگو! دین کو اختیار کرو، دین کو وقار دو، دین کو بلند کرو۔ انشاء اللہ دنیا خود بخود آتی رہے گی۔

تو بات دُور نکل گئی۔ مَیں عرض کر رہا تھا کہ سورتِ اعراف میں اعراف کا ذکر ہے اور اعراف اُس دیوار کا نام ہے، اس منزل کا نام ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے۔ تو اس اعراف پر کون ہوگا؟ اس میں مَیں مفسّرین کے قول نقل کر رہا تھا تو اس میں ایک قول یہ ہے

کہ جن کی نیکیاں اور بدیاں آپس میں برابر ہوں گی ان کو اعراف میں کچھ تھوڑی دیر کے لئے رکھا جائے گا اور پھر ان کو جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اعراف پر وہ لوگ ہوں گے جن کے نامۂ اعمال میں سب نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی لیکن ماں باپ کی نافرمانی کا بدنما داغ اتنا بڑا ہوگا کہ ان سب نیکیوں کو چھپا لے گا — بات تو ٹھیک ہے جی - ماں باپ کی نافرمانی؟ بھائی جتنا احسان ہوگا اتنا ہی تو اس کا اثر بھی ہوگا نا! جتنا کوئی ہمارے ساتھ نیکی کرتا ہے — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ لوگ اپنے ماں باپ کے نافرمان ہوں گے، اپنے دوستوں کے ساتھ رواداری کریں گے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ باپ کو کھانے کو ہم نہیں دیتے، چائے ساتھ نہیں پلاتے، اُسے بوڑھا سمجھتے ہیں، اولڈ مین ہے یہ (OLD MAN) انگریزی مارتے ہیں اس کے ساتھ — اور جو اپنا یار غار آتا ہے تو اس کو کاؤچ پر بٹھاتے ہیں، چائے پلاتے ہیں۔ کتنا مزا ہو اس عبادت کا کہ جو انسان اپنی ماں کی خدمت میں عبادت کرے، اپنے باپ کی خدمت میں عبادت کرے۔

ہمارے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے بانی ہیں جنہوں نے دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور زمانے کے بہت بڑے غوث اور قطب اور ولی تھے۔ اُن کا یہ حال تھا کہ آپ کے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ حقہ پیا کرتے تھے (ہندوستانی دوست پیتے ہیں بیڑی وغیرہ) وہ حقہ پیا کرتے تھے تو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ جب واپس تشریف لاتے پڑھانے کے بعد عصر کے وقت، اُن کے حالات میں مَیں نے پڑھا ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے حقہ تیار کرتے اور اپنے والد ماجد کے سامنے رکھتے۔ شاگردوں نے، تلامذہ نے عرض کیا کہ حضرت! یہ بات آپ کے ساتھ مناسب نہیں۔ فرمایا۔ مناسبت کا کیا مسئلہ؟ میرے والدِ ماجد ہیں، مَیں اُن کا بیٹا ہوں۔ اللہ نے مجھ کو جو کمالات دئیے یہ ان کی دعاؤں کا اثر ہے۔ اگر یہ میرے لئے دعائیں نہ کرتے، محنت نہ کرتے تو آج محمد قاسم کو یہ مقام کیسے حاصل ہوتا؟

تو باپ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی قسم کا نافرمان بھی خدائی حدود کا ہو تو وہ باپ ہے، میری تو ماں ہے حضورِ اکرم فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ قَدَمِ الْاُمِّ ؕ جنت جو ہے وہ ماں کے قدموں میں ہے۔

امام محمدؒ کے زمانے کا واقعہ ایک عالمِ دین نے مجھ سے بیان فرمایا۔ کہ کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک آدمی نے قسم کھائی تھی، منّت مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو مَیں جنت کی دہلیز کو بوسہ دوں گا۔ اگر بوسہ نہ دے سکوں تو مجھ پر فلاں فلاں جرمانہ ہو۔ اب اللہ تعالیٰ نے کیا وہ کام تو ہو گیا۔ وہ اب دیکھتا ہے کہ جنت کی دہلیز کہاں ہو، جنت پہلے ملے پھر جنت کا دروازہ ہو، پھر اُس کی دہلیز کو بوسہ دے، چھوٹے چھوٹے اماموں کے پاس گیا۔ میری طرح کے مولویوں کے پاس۔ انھوں نے کہا نہیں بھائی تمہاری قسم ٹوٹ گئی۔ اب تم کو سزا ملے گی، تم کو کفارہ دینا چاہئے۔ تم کہاں اور جنت کہاں کہ تم اس کا بوسہ دو۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے کے بہت بڑے عالمِ دین تھے۔ امام ابی یوسف، امام محمد، امام زفر امام شافعی، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور جتنے آئمہ ہمارے گزرے ہیں۔ بہت بڑے مجتہد تھے اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ "حضرت! بڑی پریشانی ہے۔" فرمایا "کیا پریشانی ہے؟" عرض کیا "بڑی سخت پریشانی ہے۔ میں نے یہ قسم کھائی، اب کام پورا ہوگیا جنت ملتی نہیں، کہاں جاؤں؟" فرمایا۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ بیٹھ جا۔" اُس نے سمجھا کہ مولوی صاحب شاید ٹال رہے ہیں۔ آخر عرض کیا "جی مَیں بڑا بیقرار ہوں۔" فرمایا "تیری ماں ہے؟" عرض کیا "ہاں جی ماں تو ہے۔" فرمایا۔ جا کے ماں کے پاؤں کو بوسہ دے لے۔ تیری قسم پوری ہو جائے گی۔" وہ دوڑا اور جاکر ماں کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ (شاید پہلے نافرمان ہوگا) ماں نے کہا "خیر ہو بیٹا! کیا بات ہے آج بوسے دے رہا ہے؟" کہنے لگا "پوچھ مت" مولوی صاحب نے نسخہ بتایا، ماں کے پاؤں کو جب بوسہ دیا تو قسم سے بَری ہو گیا۔ بعض دوستوں نے، علماء نے کہا کہ یہ امام محمد نے کیسے فیصلہ دے دیا۔ اُس نے تو قسم یہ کھائی تھی کہ میرا کام ہو گیا تو مَیں جنت کی دہلیز کو بوسہ دوں گا۔ تو وہ ماں کے پاؤں کو چوم رہا ہے۔ امام محمدؒ نے فرمایا کہ مَیں نے خود نہیں کہا بلکہ مَیں نے جو کچھ کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں کہا ہے۔ کیا تم مانتے نہیں ہو؟ حدیث میں نہیں آیا؟ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے؟ اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ قَدَمِ الْاُمِّ ؕ جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ جب ساری جنت پاؤں کے نیچے ہے تو دہلیز نہ ہو گئی — علماء تو ظاہری بھی معنیٰ رکھتے ہیں، باطنی بھی۔ بات بالکل ٹھیک ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ کی خدمت میں گئے اور چند باتیں ہوئیں (لمبی حدیث ہے) حضور اکرم نے آپ کو اپنی جوتیاں دیں (صلی اللہ علیہ وسلم نے) (مشکوٰۃ میں حدیث ہے) جوتیاں دیں اور فرمایا کہ ابو ہریرہ! جا، یہ میرے جوتے ساتھ لے جا اور جو تجھے ملے اور اس بات کی گواہی دے کہ اللہ واحد لا شریک ہے اور محمد رسول اللہ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں فَبَشِّرْہُ بِالْجَنَّۃِ ؕ تو اُسے جنّت کی بشارت دے۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے کیوں دئیے ابو ہریرہ کو؟ صافا کیوں نہ دیا؟ نشانی کے لئے کوئی اور چیز دے دیتے۔ اپنے نعلینِ مبارک دئیے امام الانبیاء نے؟ تو میرے ذہن میں یہ بات اللہ تعالےٰ نے ڈالی۔ (ممکن ہے کسی محدّث صاحب نے لکھا ہو) کہ یہ بات یونہی بنتی ہے۔ حضورؐ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ کی جوتیوں میں جنت ہے۔ جب ماں کے پاؤں میں جنت ہے۔ وہ ماں جس نے صرف ایک دفعہ پڑھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؕ جس کے

(باقی ص۱۸ پر)

از شمس الحق ندوی

موت کی یاد

ایمان وتقویٰ کا حقیقی معیار ہے!

اذکروا ہادم اللذات — لذتوں کو ختم کردینے والی (یعنی موت) کو یاد کرو۔

جب ہم اس کائنات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو ہمیں ہر وجود میں عدم اور ہر عروج میں زوال کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ چیزیں بنتی سنورتی ہیں۔ پھر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں، شہر بستے اور آباد ہوتے ہیں۔ پھر ویرانوں اور خرابانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ رقص اور سرود کی محلیں گرم ہوتی ہیں۔ پھر ان پر خاموشی کی ایسی چادر ڈال دی جاتی ہے۔ کہ پڑوسی اپنے پڑوسی کی آواز تک نہیں سنتا۔ فوجیں جاہ و جلال کے ساتھ بڑھتی اور برق و باد کی طرح اٹھتی ہیں۔ پھر موت کی میٹھی نیند سو جاتی ہیں۔ فرعون ہو یا نمرود ہامان و شداد ہوں یا دارا و سکندر ہلاکو ہو یا چنگیز سب کے سب لقمہ اجل بن کر ہی رہے۔ جن کے شب و روز فقر و فاقہ میں گزرے جسم سردی گرمی میں ننگے رہے وہ بھی۔ اور جو مخملوں پر سوئے، عیش و عشرت میں رہے وہ بھی ؎

جو ابر و باد پہ قادر وہ اس قدر مجبور
کہ ایک سانس کے لانے کا اختیار نہیں

اسی آخری انجام سے بے فکری ہی اس کو خدا کا نافرمان بناتی ہے۔ اور ہر قسم کے گناہ و پاپ کو جائز کر دیتی ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو یاد کرو۔ جو لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے۔ یعنی موت کو یاد کرکے اپنے عیش و طرب کو بے مزہ بناؤ۔ یہاں تک کہ اس کا خطرہ تم سے دور ہو جائے یعنی آخرت کی پُرسکون زندگی مل جائے اور اپنے خدا سے جا ملو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ موت کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے۔ اور تمہیں اس کا علم ہو چکا ہے اگر یہ جانوروں کو معلوم ہو جائے۔ تو تم کو کھانے کے لئے کوئی موٹا جانور نہ ملے۔ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا۔ کہ اے اللہ کے نبی کیا کوئی شہید کے برابر بھی ہو سکتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں جو دن رات میں بیس مرتبہ موت کو یاد کرتا ہے۔ وہ شہیدوں کے برابر ہوگا۔ کیونکہ اس کثرت سے موت کی یاد اس کو گناہوں سے بچائے گی۔ اور آخرت کی تیاری کے لئے آمادہ رکھے گی۔ موت کی یاد سے غفلت دنیا کی خواہشات میں منہمک رکھتی ہے۔ اور آخرت کی تیاری سے غافل رکھتی ہے۔

آپ نے ایک دوسری جگہ فرمایا۔ موت مومن کے حق میں تحفہ ہے۔ کیونکہ وہ مومن کو دنیا کے قیدخانے سے نجات دلاتی ہے۔ کیونکہ مومن دنیا میں نفس کو خواہشات سے روکنے میں بڑی الجھنوں سے دوچار ہوتا اور شیطان سے بڑا برسرپیکار رہتا ہے۔ موت اس کو..... تکلیف سے چھڑا دیتی ہے۔ یہ آزادی اس کے حق میں تحفہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا موت مومن کے لئے کفارہ ہے۔ آپ کی مراد مسلم کامل سے ہے، فرمایا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان کی ایذا سے مسلمان محفوظ رہیں۔ اس میں مسلمانوں کے تمام اخلاق پائے جائیں اس کا کردار معاصی سے پراگندہ نہ ہو۔ اِلّا یہ کہ چھوٹے موٹے گناہ ہوں موت اس کو ان چھوٹے گناہوں سے پاک کر دیتی ہے۔ کبیرہ گناہوں سے بچنے کے بعد چھوٹے گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے۔

عطا خراسانی فرماتے ہیں۔ ایک مجلس میں لوگ ہنسی ٹھٹھا کر رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا اپنی اپنی مجلسوں میں لذتوں کو مکدر کر دینے والی کو یاد کرو۔ اہل مجلس نے سوال کیا۔ اللہ کے نبی وہ کیا؟ فرمایا موت۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔ موت کو زیادہ یاد کرو۔ وہ گناہوں کو مٹاتی اور دنیا سے بے رغبت بناتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ موت کی یاد اور ندامت خود ایک وعظ ہے ایک دن آپ مسجد میں تشریف لائے لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ہنس رہے تھے فرمایا موت کو یاد کرو۔ خدا کی قسم اگر وہ تم کو معلوم ہو جائے۔ جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم ہنسو کم روؤ زیادہ۔

لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کی بڑی تعریف کی آپ نے پوچھا موت کو بھی یاد کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ کبھی سنا نہیں۔ آپ نے فرمایا! کہ پھر وہ قابل تعریف نہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ ایک انصاری نے میری بڑی تعریف کی یہ سن کر حضورؐ نے فرمایا موت کو یاد کرنے اور اس کے لئے تیاری کرنے والے زیادہ عقلمند ہیں ایسے لوگ دنیا میں عزت کے ساتھ رہے آخرت کی سعادت کے ساتھ گئے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں۔ کہ موت نے دنیا کو رسوا کیا۔ اس نے کسی صاحب عقل کے لئے کوئی خوشی کی چیز نہیں رکھی۔ ایک بزرگ نے اپنے دوست کو خط لکھا۔ کہ اے میرے بھائی اس دنیا میں جانے سے پہلے جہاں تم موت کی تمنا کرو گے۔ اس دنیا میں موت کے انجام سے ڈرو۔ اور بچاؤ کی تدبیر کرو۔ ابن سیرین جب موت کو یاد کرتے تو خوف و خشیت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ ان کے اعضاء بے حس و حرکت ہو جاتے تھے۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ ہر رات علماء کو جمع کرکے موت و قیامت کا مذاکرہ کرتے اور اس طرح روتے کہ جیسے ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہو ابراہیم تیمی فرماتے ہیں کہ دو چیزوں نے میری زندگی کو مکدر کر دیا ہے موت اور اللہ کے سامنے پیشی کا خوف۔ حضرت حبیبؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس نے موت کے انجام و عواقب کو سمجھ لیا دنیا کا غم اور مصیبتیں اس پر آسان ہوگئیں مطرف فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد بصرہ کے بیچ کوئی کہہ رہا ہے موت کی یاد نے اللہ سے ڈرنے والوں کے دل پارہ پارہ کر دیئے تم ان کو دیکھو گے تو معلوم ہوگا۔ کہ جذب و مستی کے عالم میں ہیں۔ حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے اپنی

سخت دلی کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا۔ کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ تمہارا دل نرم پڑ جائے گا۔ اس عورت نے تعمیل کی تو اس کا دل نرم پڑ گیا۔ اور وہ شکریہ ادا کرنے آئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب موت کو یاد کرتے تو ان کے جسم سے خون جاری ہوجاتا تھا حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ جب بھی میں صاحب عقل سے ملا، تو اس کو موت سے ڈرا ہوا اور غمگین پایا۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے کسی عالم سے کہا کہ مجھے نصیحت کرو تو انہوں نے فرمایا۔ عمر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک تمہارے باپ دادا میں سے کوئی ایسا نہیں جس نے موت کا مزہ نہ چکھا ہو۔ اب تمہاری باری ہے عمرؒ پر خوف و خشیت کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ وہ رونے لگے۔ ربیع ابن خثیم نے اپنے گھر ہی میں قبر کھود رکھی تھی۔ دن میں کئی بار اس میں لیٹا کرتے اور موت کی یاد تازہ کرتے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر موت کی یاد تھوڑی دیر کے لئے بھی میرے دل سے نکل جائے۔ تو وہ خراب و برباد ہوجائے۔

مظفر شاہ حلیم گجراتی کے متعلق مورخین کی روایت ہے۔ کہ انہوں نے اپنی زندگی میں قبر کھدوائی اس میں بیٹھے اور پھر اس کو سونے اور چاندی سے بھرا اور نکال کر خیرات کر دیا اور دعا کی کہ اے اللہ یہ آخرت کی پہلی منزل ہے تو اسے آسان فرما۔ شخیر ابن مطرف فرمایا کرتے تھے کہ موت نے خوش حالوں کی زندگی کو منغص اور بے مزہ کر دیا ہے۔ اے بھائیو تم ایسا عیش تلاش کرو جس میں موت نہ ہو کوئی خوف و خطر نہ ہو حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے عبث سے فرمایا کہ موت کو یاد کرو اگر تم خوش حال ہوگے تو وہ اس کو تم پر تنگ کر دے گی۔ تنگ حال ہوگے۔ تو وہ اس کو تم پر وسیع کر دے گی۔ ابوسلیمانی درانی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ہارون کی ماں سے پوچھا کہ تم موت کو پسند کرتی ہو تو بولیں کہ جب میں کسی انسان کی بات نہیں مانتی تو اس سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی تو موت کو کیسے پسند کروں جب کہ اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی ہے۔ ابو موسیٰ تمیمی فرماتے ہیں۔ کہ

کہ فرزدق کی بیوی کے جنازے میں علماء و معززین بصرہ شریک تھے۔ حضرت حسنؒ بھی موجود تھے۔ انہوں نے ابو فراس سے پوچھا کہ اس دن کے لئے کیا تیاری کی ہے۔ فرمایا ساٹھ سال سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تیاری کی ہے تدفین کے بعد فرزدق نے اپنی بیوی کی قبر پر کھڑے ہوکر اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ اے اللہ اگر آپ کی رحمت بے پایاں نے میرے گناہوں کو عفو و درگزر نہ کیا تو قبر کی بھیانک گرمی اور تنگی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میرے لئے وہ وقت بہت کٹھن ہوگا۔ جب اپنی ڈیوٹی کے پابند فرشتے مجھے باندھ کر جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ وہ شخص بہت ہی ناکام و نامراد ہے، جس کی گردن میں پھندا ڈال کر گھسیٹا جائے گا اے لوگو! قبروں پر کھڑے ہوکر ان کی ویرانی سے پوچھو کہ تم پر کیا بیت رہی ہے۔ کون کرب و اذیت میں مبتلا ہے اور کس کو اس کی گھبراہٹ سے نجات ملی۔ امن و راحت نصیب ہوا اگر اس شہر خموشاں کے لوگ تم سے ملتے تو تمہیں اس عالم بے کسی کا پتہ دیتے۔ یہاں کی خطرناک منزلوں کی ہولناک خبر سناتے اور کامیاب با مراد لوگوں کے عیش و راحت کی خبر سناتے مگر۔

آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

خدا کا مطیع و فرمانبردار بندہ باغ و بہار میں جا پہنچا اور خدا کا نافرمان بندہ ایسی بےچینی و بے قراری میں مبتلا ہے۔ کہ چین بھر کی راحت نہیں وہ اس ہیبت ناک گڑھے کے سانپوں اور بچھوؤں کا شکار ہے۔ سانپ اور بچھو اس پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ روح ان کے شدید ڈنکوں کے عذاب میں مبتلا آنکھ، کان، ناک، ہاتھ، پاؤں، زبان۔ ان میں سے ہر ایک سے ہونے والے گناہوں کے عذاب کی الگ الگ قسمیں ہیں ——

وہاں ایک قبر پر لکھا ہوا تھا۔ اے غافل تم کس کے لئے جمع کر رہے ہو۔ جب کہ تم کو مرنا اور تہہ خاک ہونا ہے

ابن سماک فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک قبر کے پاس سے گزرا۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ میرے احباب و اعزہ میری قبر کے پاس سے اس بے التفاتی سے گزر جاتے ہیں کہ جیسے مجھے جانتے ہی نہیں۔ ہائے ورثہ میرے مال کو بانٹ رہے ہیں۔ میرے

قرضوں کی کوئی فکر نہیں کرتا۔ سب نے اپنے اپنے حصے لے لئے ہائے اللہ یہ لوگ اتنی جلدی مجھے بھول گئے ایک قبر پر لکھا ہوا تھا کہ اے لوگو! میں امیدوں اور تمناؤں میں اُلجھا رہا۔ موت نے سب کا خاتمہ کر دیا اور تنگ و تاریک کوٹھڑی میں پہنچا دیا۔ اور اپنے کرتوت پر مصائب و آلام سے دوچار ہوں۔ میری وصیت ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دی وہ اعمال صالحہ کو قبر کا ساتھی بنائے اللہ سے ڈرے۔ اور اپنا حساب و کتاب درست رکھے۔ اے خاموش قبروں کو دیکھنے والے میں اکیلا ہی یہاں نہیں آیا ہوں بلکہ ہر اس شخص عالم حسرت و یاس میں آنے والا ہے یہاں کی بےکسی سے سبھی کو دوچار ہونا ہے۔ کسی نے میری تنہائی میں ساتھ نہ دیا نہ قبر تک آئے۔

مٹھیوں میں خاک لیکر دوست آئے وقت دفن
زندگی بھر کی محبت کا صلہ دینے لگے

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری کا احتجاج

مولانا سید نواب حسین شاہ صاحب امیر جمعیۃ علماء اسلام و خطیب جامع مسجد سوکن ونڈ تحصیل پسرور کو دو ماہ کے لئے ضلع بدر کر دیا گیا ہے۔ اس پر تمام علاقہ کے مسلمانوں میں سخت حیرت اور غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری امیر جمعیۃ علماء اسلام لاہور ڈویژن نے حکام کے اس اقدام پر شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے احتجاج کیا ہے اور اپنے ایک بیان میں فرمایا ہے کہ حکومت کا یہ فعل غیر جمہوری اور مداخلت فی الدین کے مترادف ہے کیونکہ مولانا خطابت کے علاوہ درس و تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے لہذا اس پابندی کی وجہ سے دینی کام میں رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔ مولانا نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ارباب اختیار نے باطل طبقوں کو تو کھلی چھٹی دے رکھی ہے کہ وہ پسرور کے علاقہ میں اپنی من مانی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں اور ان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی لیکن علماء حق کو طرح طرح کی پابندیوں سے جکڑ دیا جاتا ہے جو قطعی غیر مناسب ہے۔ مولانا نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے احکامات پر نظر ثانی کرتے ہوئے مولانا سید نواب شاہ صاحب سے پابندی ہٹالے۔ (حکیم مختار احمد الحسینی ناظم نشر و اشاعت لاہور ڈویژن)

تعارف و تبصرہ

نام کتاب : پرویز کے بارے میں علماء کا فتوے
مع اضافاتِ جدیدہ
شائع کردہ : شعبہ تصنیف مدرسہ عربیہ اسلامیہ
نیوٹاؤن کراچی ۵

عالم اسلام میں عقائد و نظریات کے اختلاف کے باوجود رسالت و شریعت کے بنیادی احکام کا تصور متفقہ طور پر ایک ہی رہا ہے اور قرآن و سنت کی مروجہ شرعی تعبیروں سے اب تک کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ اگرچہ انفرادی طور پر بعض حضرات نے اس قسم کی تحریکیں اٹھائیں جن کا مقصد دین کی مصدقہ و مسلمہ تعبیروں کو نئے سانچوں میں ڈھالنا تھا مگر علمائے ربانی کی بروقت گرفت اور احتجاج سے ایسی تحریکیں بالآخر ایک کر کے دم توڑ گئیں۔ پرویز صاحب کی تحریک بھی ایسے ہی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس پر ملک کے تمام علماء نے فیصلہ دیا ہے کہ یہ عقائد و نظریات اسلام کے منافی اور الحاد و زندقہ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اگر دین کی مسلّم اور بنیادی حقیقتوں کو ملحدانہ تاویلیں آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کے مترادف نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ توحید و رسالت جیسی بنیادی دینی اصطلاحوں کی بھی کوئی تعبیر متعین نہیں۔ جس کا جو جی چاہے اُن کے معنی تراش لے

زیرِ نظر کتاب میں پرویز صاحب کی کتابوں کے اقتباسات کے حوالوں سے ان کے تجددات و عقائد کو خلافِ اسلام قرار دیتے ہوئے تمام علماء نے فکر و تفحص کے بعد ان کی تکفیر کی ہے۔ شائقین معلومات حاصل کرنے اور اس فتنے سے بچنے کے لئے اس کا ضرور مطالعہ کریں۔ کتاب کی کتابت اور طباعت البتہ انتہائی ناقص ہے ایسی کتابوں کو خاص اہتمام کے ساتھ منظرِ عام پر لانے کی ضرورت ہے۔

کتاب مسلمان خاوند، مسلمان بیوی
مصنفہ مولانا محمد ادریس انصاری
ضخامت ۲۸۰ صفحات ۔ کاغذ سفید قسم اول
قیمت ۳ روپے ٹائیٹل دبیز سہ رنگا کتابت و طباعت آفسٹ اعلیٰ
ناشر ۔ محمود الحسن، نور محمد تاجر کتب ۱۴ بی
شاہ عالم لاہور

ناشر مذکور دینی اخلاقی اور اصلاحی کتابیں چھاپنے میں خاصے سرگرم ہیں۔ اس طرح سے قومی خدمت کرنے سے مستحق اجر و ثواب ہیں۔ حسبِ معمول زیرِ نظر کتاب بھی اُنہوں نے بڑی صفائی اور اہتمام کے ساتھ شائع کی ہے۔ ازدواجی سلسلہ یوں تو ہر قوم میں پایا جاتا ہے۔ اور سب لوگ اپنے مذہبی اعتقادات و رسوم کے مطابق لڑکے لڑکیوں کی خانہ آبادی کو عملی شکل دیتے ہیں۔ لیکن ازدواجی زندگی کی جو اصل غایت اور اُس کی سعادات و برکات ہیں۔ اُن سے آگاہ و متمتع ہونے سے محروم رہتے ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اُن کے مذہبی احکام زندگی کے تمام راستوں میں رہنمائی کرنے سے قاصر ہیں۔ پھر ان احکام کو دیگر مذاہب کے پیروؤں نے اپنی خواہشات کے سانچوں میں ڈھال کر بالکل منحرف کر دیا ہے جس سے نہ صرف وہ احکام چند رسوم بن کر رہ گئے۔ بلکہ وضعی اور ناقص ہونے کی بنا پر سچی مسرت بھی عطا نہیں کر سکتے۔ جو زندگی کے ازدواجی دور کا تقاضا اور اصل مقصد ہے۔ چنانچہ مغرب و مشرق کی خاندانی و سماجی روداوں کا جائزہ لیا جائے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ کم سے کم ۸۰ فیصد ازدواجی تعلقات ناکام رہتے ہیں۔ اس کا تباہ کن اثر جو تمام انسانی معاشرے پر پڑتا ہے محتاجِ بیان نہیں۔

ساری کائنات میں یہ فضیلت و شرف صرف اسلام کو حاصل ہے۔ کہ اس کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ازدواجی زندگی کو متشکل کرنے سے دنیا میں بھی بہشت کی زندگی کا لطف حاصل ہو سکتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اس ضمن میں ہمارے لئے کامل ترین نمونہ ہے۔ حضورؐ ہی کے ارشادات مقدس پر عمل کر کے ہمارے ازدواجی تعلقات مستحکم خوشگوار اور قابلِ رشک بن سکتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں اگر ازدواجی زندگیاں ناہموار اور ناکام ملتی ہیں تو محض اس سبب سے کہ مسلمانوں نے قرآن و سنت سے رہنمائی حاصل کرنی چھوڑ دی ہے۔ اور حضورؐ کے اسوہ حسنہ کو نظروں سے اوجھل کر دیا ہے

تمام ماتحت مجالس تحفظ ختم نبوت کے نام ضروری ہدایت

دینی جماعتوں اور مدارس عربیہ سے اپیل

حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری امیر مرکزیہ ختم نبوت کا ارشادِ گرامی

واضح ہو کہ اس سال سر ظفر اللہ قادیانی بغرض ادائے فریضہ حج حرمین شریفین مکہ مدینہ زادہا اللہ شرفاً میں داخل ہوا۔ قادیانیوں کے مخصوص عقائد اہل اسلام پر روشن ہیں۔ علماء اہل اسلام نے متفقہ طور پر منکرین ختم نبوت اور مرزا آنجہانی کی امت کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ سر ظفر اللہ کو عامۃ المسلمین کے ساتھ حرمین شریفین میں ارکان حج و عمرہ میں شریک ہونے کی اجازت سے پاکستان کے مسلمانوں کے جذبات بُری طرح مجروح ہوتے ہیں۔ جہاں ہم اپنی پاکستانی حکومت کے اس رویّہ کے خلاف احتجاج کرتے ہیں کہ اس نے مسلمانوں کے اس عظیم مطالبہ کو مسلسل نظر انداز کیا ہوا ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ وہاں ہم سعودی عربیہ حکومت کے اس رویّہ کے خلاف بھی پرزور احتجاج کرتے ہیں کہ انہوں نے مرزائیوں کو بالعموم اور ظفر اللہ خاں کو بالخصوص حرمین شریفین میں داخل ہونے کی اجازت دے کر عالم اسلام کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔

بناء بریں میں اپنی جماعت کی ماتحت شاخوں اور تمام دینی جماعتوں، عربی مدارس سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ سفارت خانہ مملکت سعودیہ عربیہ کراچی کے نام تار اور خطوط لکھ کر مندرجہ ذیل مطالبہ کریں :-

”مملکت سعودیہ عربیہ نے ظفر اللہ خاں قادیانی کو حرمین شریفین میں حج کے لئے داخل ہونے کی اجازت دے کر ہمارے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے ان کے اس اقدام کے خلاف ہم شدید احتجاج کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ آئندہ قادیانی فرقہ کے لوگوں کو حرمین شریفین میں داخلہ کی اجازت نہ دے۔

نیز پورے ملک میں ۱۵ صفر ۱۳۸۷ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۶۷ء یوم جمعہ کو یوم احتجاج منایا جائے۔ اور جمعہ کے خطبوں میں خطیب حضرات خصوصیت سے اس موضوع پر احتجاجی تقاریر کریں جس کی اطلاع سعودی سفارت خانہ کراچی اور دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان شہر کو ضرور دیں۔

ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان (ملتان)

پروگرام جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

۲۶ مئی بروز ہفتہ : کرشن نگر جامع مسجد بہران روڈ لاہور میں بعد نماز مغرب مجلس ذکر۔ بعد نماز عشاء جلسہ کی صدارت فرمائیں گے۔ تقریر علامہ خالد محمود صاحب کی ہو گی۔

۲۷ مئی بروز ہفتہ مظفر گڑھ تشریف لے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (حاجی بشیر احمد)

بقیہ : انسان کا آغاز و انجام

آنکھوں آنکھوں میں اس کی رات کٹ جاتی ہے اس کو تو نیند آتی ہی نہیں یہ تو کوئی بناوٹی قسم کا عاشق معلوم ہوتا ہے۔ یہ سچا عاشق نہیں ــــ مولانا نے لکھا ہے کہ اس نے کیا کیا کہ اخروٹ اس کے پاس تھے وہ اس نے اس کی جیب میں ڈال دیئے اور اس کی تھوڑی سی آستین لے کر پھاڑ دی۔ اور بتلانا یہ تھا کہ آپ جو عشق و محبت کا دعویٰ کرتے ہیں ابھی تو آپ مکتب عشق کے بچے ہیں اور جس طرح بچے اخروٹ سے کھیلتے ہیں اس طرح آپ کی جیب میں اخروٹ پڑے ہوئے ہیں اور جس طرح بچوں کے کپڑے پھٹے ہوتے ہیں اسی طرح آپ کے کپڑے بھی پھٹے ہوئے ہیں آپ کیا جانیں کہ محبت کرنا کسے کہتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

دارالعلوم حنفیہ چکوال کا سولھواں سالانہ

جلسہ

بتاریخ ۲۱، ۲۲، ۲۳ جون بروز بدھ، جمعرات، جمعہ منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں ملک کے بلند پایہ علماء کرام و مشائخ عظام شرکت فرما رہے ہیں۔ احباب تاریخ نوٹ فرمالیں۔
غلام حبیب مہتمم دارالعلوم حنفیہ چکوال ضلع جہلم

بقیہ : خطبہ جمعہ

کی آبیاری کریں اور تقویٰ شعاری اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرکے ساری کائنات کے لئے پیغام رحمت بن جائیں۔
اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو اور ہمیں تقویٰ شعار و پرہیزگار بننے کی توفیق کامل نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین !!

بقیہ : اداریہ

نہیں کیا جا سکتا تو شرعی اور دینی امور میں اہل علم کی رائے کو آخری رائے اور قول فیصل کیوں قرار نہیں دیا جاتا اور اس کو تنگ نظری اور ملائیت سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے اگر مقالہ نگار علماء کی اس وسعت نظری اور وسیع الظرفی کا صحیح اندازہ لگانا چاہیں تو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی اردو تصنیف "العقل والنقل" کو ملاحظہ فرمائیں۔ جو کہ کراچی کے کتب خانوں میں ملتی ہے اور اس کے مطالعہ سے اپنی مرعوب ذہنیت کی اصلاح اور اپنی غلط فہمی کو دور کریں۔

بقیہ : درسِ قرآن

گوبر کے ساتھ پاؤں چھپے ہوئے ہوں، جو بے نماز قسم کی ماں ہو، قرآن تک نہیں جانتی لیکن ہے مسلمان، بیٹے کو حکم ہے کہ تیری ماں کے پاؤں میں جنت ہے، تو وہ امام الانبیاء، وہ نبیٔ کائنات، وہ رحمتِ دو عالم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں میں جنت نہ ہوگی؟ حضور نے اشارہ فرمایا کہ اے ابوہریرہ! جا کے کہہ دے کلمہ پڑھنے والوں سے کہ جس جنت کی تم تلاش کرتے ہو وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جوتوں میں تمہیں ملے گی اور کہیں نہیں ملے گی۔ (باقی آئندہ)

ابوالوریاض

بچوں کا صفحہ

افسران اور ملازمین کیلئے

(۱) ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو زکوٰۃ کا مال جمع کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ جب وہ صحابی واپس آئے تو انہوں نے سارا مال حضور صلعم کے سامنے پیش کر دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کی۔ کہ یہ تھوڑا سا مال ان لوگوں نے مجھے بطور تحفہ دیا ہے اس کے متعلق جس طرح حضور کا حکم ہو۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ کہ اگر تمہیں محصل مقرر نہ کیا جاتا۔ تو بھی یہ لوگ تمہیں تحفے دیتے۔ صحابی نے عرض کی پھر تو ایسا ہرگز نہ ہوتا۔ آپ نے فرمایا پھر یہ رشوت ہے۔ تیرے عہدے کی وجہ سے ملی ہے۔ تا کہ آئندہ مال زکوٰۃ کے حساب کتاب میں ان کے ساتھ رعایت ملحوظ رکھے۔

(۲) حضرت ابو بکرؓ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو صحابہ کرام نے آپ کی معمولی سی تنخواہ مقرر کردی۔ جس میں آپ بصد مشکل گزارہ کرتے رہتے۔ ایک دفعہ کفایت سے بچایا ہوا راشن دیکھا۔ تو آپ نے اتنا ہی روزینہ کم کر دیا لیکن اس پر کمال یہ کہ وصال کے وقت اپنی خلافت کی ساری تنخواہ اپنی جائداد بیچ کر بیت المال میں جمع کرا دی۔ مزید فرمایا کہ مجھے میرے پرانے کپڑوں میں کفن دینا۔ نئے کپڑے کسی زندہ غریب کے کام آئیں گے سبحان اللہ۔

(۳) حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح کیا۔ چنانچہ مرض الموت میں ایک مکان بیچ کر خلافت کے وقت کی ساری تنخواہ واپس کردی۔ اور ان کی سادگی، عدل۔ مساوات اور انصاف اور نظام حکومت کو دنیا جانتی ہے۔ ایک دفعہ ان کے دو صاجزادے مصر گئے وہاں کے گورنر نے ان کی خوب آؤ بھگت کی۔ اور روانگی کے وقت بیت المال کے لئے خزانہ بھی دیا ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ یہ بہتر ہوگا۔ کہ اس سرمایہ سے یہاں سے کوئی جنس خریدی جائے اور مدینہ کی منڈی میں فروخت کر کے اصل سرمایہ بیت المال میں جمع کرا دیا جائے۔ اور منافع خود آپ رکھ لیا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے صاجزادگان نے ایسا ہی کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ کو پتہ چلا۔ تو انہوں نے سارا منافع بھی بیت المال میں جمع کرا دیا۔ اور اپنے صاجزادگان کو خوب ڈانٹ پلائی اور فرمایا کہ یہ عہدے کا ناجائز فائدہ ہے۔

(۴) حضرت عثمانؓ کی سخاوت زبان زد خاص و عام ہے۔ مدینہ منورہ میں جب مسلمان پانی نہ ملنے کی وجہ سے تنگ آگئے۔ اور یہودیوں نے پانی دینا بند کر دیا۔ تو حضرت عثمانؓ نے اپنی گرہ سے سارا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اسی طرح ایک موقعہ پر جنگ کا سارا خرچہ اپنی گرہ سے ادا کیا۔ آپ کی تجارت بھی خوب چلتی تھی۔ مگر آپ کی سخاوت کو بھی کوئی نہیں پہنچا۔ اکثر جنگوں کی کفالت آپ کے مال سے ہوتی تھی۔ دوسرے ایک موقعہ پر آدھا خرچ برداشت کیا

(۵) حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے۔ تو ان کے بھائی حضرت عقیل ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیت المال سے کچھ مانگا۔ حضرت علیؓ نے غلام کو انگیٹھی گرم کرنے کا حکم دیا۔ جب انگیٹھی گرم ہوگئی۔ تو لوہے کی سلاخیں آگ میں رکھ دیں۔ جب وہ گرم ہوگئیں۔ تو حضرت علیؓ نے گرم سلاخیں اپنے بھائی حضرت عقیل کی طرف بڑھائیں۔ حضرت عقیل نے تعجب سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا۔ کہ اگر آپ اس دنیا کی آگ برداشت نہیں کر سکتے۔ تو آخرت کی آگ کیسے برداشت کرو گے۔ اس پر حضرت عقیل مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ اسی طرح ایک رات آپ خلافت کا کام کر رہے تھے۔ تو آپ کے ایک دوست ملنے آئے۔ آپ نے پوچھا سرکاری کام ہے یا ذاتی۔ دوست نے جواب دیا۔ ذاتی معاملہ ہے۔ آپ نے اسی وقت چراغ گل کر دیا اور دریافت کرنے پر فرمایا کہ یہ تیل بیت المال کا ہے۔ اور کام ہمارا ذاتی ہے۔ اس لئے سرکاری سرمایہ ذاتی استعمال میں نہیں آسکتا۔ اسی طرح کی اور مثالیں بھی ان حضرات کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ذرہ ہم بھی دیانت داری سے اپنی حیثیت کا ان بزرگوں سے مقابلہ کریں۔ تو ضمیر خود بتادے گا۔ کہ ذرا اپنے ہاں کے دفتری اخراجات سے مقابلہ کریں۔

چہ نسبت عالم خاک را با عالم پاک

(۵) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک ایسے خلیفہ گزرے ہیں۔ جن کا مقام خلفاء اربعہ کے بہت قریب ہے۔ ان کے لڑکے کا واقعہ تو مشہور ہے۔ کہ ان کے صاجزادے نے بیت المال سے ایک سیب اٹھا لیا تو اسے آپ نے جھپٹ کر سیب واپس بیت المال میں جمع کرادیا۔ ان کے متعلق لکھا ہے۔ کہ دفتروں میں سٹیشنری کے سامان تک کی پڑتال کیا کرتے تھے۔ اور سٹیشنری کو ذاتی استعمال میں لانا تو در کنار سرکاری کام میں اس کا کھلے بندوں استعمال ممنوع فرماتے تھے۔ اور حتی الوسع قلم باریک عبارت گنجان اور سرکاری کام میں کفایت کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے چچیرے بھائی نے اعلیٰ قسم کے سیب بھیجے آپ نے سیبوں کی تعریف کی مگر کھائے نہیں۔ بلکہ واپس کر دیئے۔ لوگوں نے کہا یہ تو آپ کے بھائی ہیں اور رسول صلعم خود بھی ہدیہ قبول فرما لیا کرتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ حضور صلعم کے لئے ہدیہ خلوص دل سے پیش ہوتا تھا۔ مگر آج کل ہدیہ رشوت کے لئے دیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ!

الفاظ یہ ہیں۔ اِنَّمَا کَانَتْ لِلرَّسُوْلِ هَدِیَّةً وَّلِلعُمَّالِ بعدہٗ رِشْوَۃً

ذرا ہم بھی اپنے گریبان میں جھانک کر تو دیکھیں سرکاری عہدے کا کس قدر ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ صرف ایک چیز بطور موازنہ پیش کرتا ہوں اور وہ ہے میڈیکل ایڈ کتنا جائز ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کا فیصلہ آپ خود کریں۔ آپ کا دل خود گواہی دے گا۔ خدا ہم سب کے حال پر رحم کرے اور ہر بیماری سے محفوظ رکھے۔

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۸۱-۲۴۸۲ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۷۶/۹/۳۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر CM۲/۴۰-۵۳۱۰-۱۵ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دیں